إن شاءَ اللهُ العزيز

تنظیم اسلامی حلقہ خواتین لاہور کا

سالانہ اجتماع عام

7 مئی 2000ء بروز اتوار، ساڑھے آٹھ بجے صبح تا 2 بجے بعد دوپہر

قرآن کالج آڈیٹوریم

191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں منعقد ہو گا۔

اس اجتماع میں

اہم دینی موضوعات پر خواتین کی تقاریر ہوں گی

مزید برآں

امیر تنظیم اسلامی **ڈاکٹر اسرار احمد**

"نظامِ خلافت میں خواتین کا کردار" کے موضوع پر خطاب کریں گے۔

خواتین کو شرکت کی عام دعوت ہے

خواتین سے التماس ہے کہ وقت مقررہ پر تشریف لا کر بھرپور فائدہ اٹھائیں،

براہِ مہربانی بچوں کو ساتھ لانے سے حتی الامکان گریز کریں

المعلنہ: بیگم ڈاکٹر اسرار احمد، ناظمہ حلقہ خواتین، تنظیم اسلامی پاکستان

مرکزی دفتر: قرآن اکیڈمی، 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 5869501-03

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

ماہنامہ میثاق

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

جلد :	۴۹
شمارہ :	۵
صفر المظفر	۱۴۲۱ھ
مئی	۲۰۰۰ء
فی شمارہ	-/۱۰
سالانہ زرِ تعاون	-/۱۰۰

ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

سالانہ زرِ تعاون برائے بیرونی ممالک

- امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ — 22 ڈالر (800 روپے)
- سعودی عرب' کویت' بحرین' قطر' عرب امارات — 17 ڈالر (600 روپے)
  بھارت' بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' یورپ' جاپان
- ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر — 10 ڈالر (400 روپے)

ترسیلِ زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مقامِ اشاعت : 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور 54700 فون : 03-02-5869501
فیکس : 5834000 ای میل : anjuman@brain.net.pk.
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی : 67۔گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ' لاہور
فون : 6366638-6316638 فیکس : 6305110
پبلشر : ناظم مکتبہ مرکزی انجمن' طابع : رشید احمد چودھری مطبع : مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

☆ عرض احوال ________ ۳

حافظ عاکف سعید

☆ ظروف و احوال ________ ۶

ملکی، ملی اور بین الاقوامی حالات پر امیر تنظیم اسلامی کا تبصرہ

☆ تذکرہ و تبصرہ ________ ۱۱

پاکستان فیصلہ کن دوراہے پر

ڈاکٹر اسرار احمد

☆ منہاج المسلم (۶) ________ ۶۳

محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان

علامہ ابوبکر الجزائری

☆ گوشہ خواتین ________ ۷۰

اسلام اور عورت

اُم منذر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض احوال

ملک کی داخلی صورتِ حال، حسب معمول، کچھ زیادہ اطمینان بخش نہیں ہے۔ ۱۲/اکتوبر کو ملک میں جو بڑی تبدیلی آئی تھی وہ اگرچہ آئینی و دستوری اعتبار سے تو ہرگز خوشگوار نہیں تھی لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ عوام میں بحیثیت مجموعی اسے پذیرائی حاصل ہوئی۔ بھاری مینڈیٹ کی حامل منتخب حکومت کی رسوا کن بے دخلی پر اگر آسمان رویا نہ زمین نے آنسو بہائے تو یہ بلا سبب نہیں تھا۔ بھاری مینڈیٹ کا مست ہاتھی بن کر تمام اہم قومی اداروں کو روند ڈالنا ملک کے تمام باشعور طبقات کے نزدیک، خواہ وہ سیاسی طور پر حکومتی پارٹی سے وابستہ ہوں یا حزب اختلاف سے، نہایت تشویشناک اور ناپسندیدہ تھا۔ حکومتی امور مغل شہنشاہوں کی طرح چلائے جا رہے تھے۔ انتہائی اہم اور حساس ملکی امور وسیع تر مشوروں کی بجائے خالص آمرانہ انداز میں ایک خاندان کے چند افراد مل کر طے کرتے تھے۔ اپوزیشن کو اہم ملکی امور میں اعتماد میں لینا تو دور کی بات ہے، اس قومی اسمبلی کو بھی ایک عضو معطل کا درجہ دے دیا گیا تھا کہ جہاں حکومتی پارٹی اکثریت میں تھی۔ گویا ایک منتخب جمہوری حکومت کے ہاتھوں جمہوریت کی ناموس کی دھجیاں بکھیری جا رہی تھیں ـــــ کارگل کا معاملہ اس صورتِ حال میں اونٹ کی کمر پر آخری تنکا ثابت ہوا کہ جس کے بعد بھاری مینڈیٹ کی حامل اس عوامی حکومت کو اپنا اقتدار بچانے کے لئے امریکی صدر بل کلنٹن سے اپنے مینڈیٹ کی توثیق حاصل کرنا پڑی۔ بقول شاعر ؎

پہلے ہی اپنی کون سی ایسی تھی آبرو پر شب کی منتوں نے تو کھو دی رہی سہی

ان حالات میں اپنے اقتدار کو دوام عطا کرنے کی خاطر اس راہ میں حائل آخری کانٹے (یعنی آرمی چیف) کو نکالنے کی بھونڈی سازش خود حکمرانوں کے گلے کا ہار بن گئی اور شہنشاہِ وقت "پابند سلاسل" ہو کر عبرت کی تصویر بن گئے۔

تمہید قدرے طویل ہو گئی۔ آمدم بر سر مطلب۔ ملک کے عوام نے اس بہت بڑی تبدیلی کو بحیثیت مجموعی اگر خوش دلی سے قبول کیا تو اس کے بنیادی اسباب دو تھے۔ ایک یہ کہ نواز حکومت کی اڑھائی سالہ کارکردگی اس اعتبار سے بہت مایوس کن تھی کہ اس نے

نہ صرف یہ کہ عوامی تمناؤں اور امیدوں کا خون کیا بلکہ ملکی عزت و وقار کو بھی شدید نقصان پہنچایا' اور دوسرے یہ کہ اشیائے صرف کی ہوشربا گرانی اور یوٹیلٹی بلوں کے مسلسل بڑھتے ہوئے عفریت نے عوام کو نفسیاتی اعتبار سے اس درجے ابنارمل بنا دیا ہے کہ وہ ہر حکومت سے بہت جلد مایوس اور بددل ہو کر کسی مسیحا کا انتظار شروع کر دیتے ہیں اور حکومتی سطح کی ہر تبدیلی کے بعد انہیں نئے حکمرانوں سے ایک آس سی ہو جاتی ہے کہ شاید ان کے ہاتھوں ہماری تقدیر بدلے اور حالات سدھریں۔ یہی وجہ ہے کہ اس بظاہر ناگوار تبدیلی کا بھی عوامی حلقوں میں خیر مقدم کیا گیا ـــــ بہرکیف موجودہ فوجی حکومت کا ہنی مون پیریڈ اب ختم ہو چکا ہے اور انہیں بھی آٹے دال کے بھاؤ کا کچھ اندازہ اب ہونے لگا ہے۔ نئی حکومت سے وابستہ امیدیں جن کے سہارے اس ملک کے ۸۰ فیصد سے زائد عوام ایک ایک پل گن کر زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں' اب دم توڑنے لگی ہیں ـــــ سودی قسط ادا کرنے کی خاطر نئے قرضوں کے حصول کے لئے عالمی مالیاتی اداروں کی شرائط کے آگے حکومت گھٹنے ٹیک رہی ہے۔ جنرل ٹیکس کے نفاذ کے ضمن میں تاجروں کے ساتھ حکومت کی محاذ آرائی پوری شدت کے ساتھ شروع ہو چکی ہے۔ آٹے کا نرخ اچانک آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگا ہے۔ بجلی مزید مہنگی کرنے کے لئے واپڈا کے چیئرمین نے اشارہ دینے کے عمل کا آغاز کر دیا ہے۔ بہت سی اشیائے صرف کی قیمتوں میں خاموش اضافہ کیا جا چکا ہے۔ عوام کے صبر کا ایک اور کڑا امتحان اور بے رحمانہ امتحان لیا جا رہا ہے ـــــ دوسری جانب خارجی میدان میں پاک بھارت کشیدگی اس وقت اپنے عروج پر ہے۔ کلنٹن کے دورے کے بعد بھارتی حکومت کے رویہ میں درشتی اور تکبر کے عنصر کا مزید اضافہ ہو چکا ہے۔ ہم عجز و انکسار کی تصویر بنے بھارت کے تمامتر طرز تغافل کے باوجود اس سے مسلسل مذاکرات کی بھیک مانگ رہے ہیں ـــــ یہ صورت حال ہرگز اطمینان بخش نہیں ہے۔

ہم دراصل ایک ایسے منحوس چکر کی لپیٹ میں آ چکے ہیں جس سے نکلنے کے لئے "ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں" کے مصداق ایک بڑا انقلابی قدم اٹھانا ناگزیر ہے۔ بصورت دیگر سیاسی قیادت ہو یا فوجی حکومت' حالات کی موجودہ رفتار اور معاشی

بد حالی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو جس طرح ماضی میں کوئی نہیں روک سکا آئندہ بھی کوئی نہیں روک سکتا —— ہماری حیثیت اس وقت عالمی مالیاتی اداروں کے ہاتھوں میں ایک کھلونے سے زیادہ نہیں۔ ہماری معاشی بدحالی ہمارے لئے سب سے بڑے روگ کی حیثیت رکھتی ہے جس کے باعث ہم امریکہ اور عالمی مالیاتی اداروں کے ہاتھوں بلیک میل ہونے پر مجبور ہیں —— وہ مبارک انقلابی جنبش جو ہمیں اس منحوس چکر سے نکال سکتی ہے' دو اقدامات پر مشتمل ہے۔ سود کا مکمل خاتمہ اور شریعت اسلامی کا کامل نفاذ —— یہ بات یقینی ہے کہ صرف اسی صورت میں عالمی مالیاتی اداروں کے خون آشام پنجوں سے ہماری شہ رگ آزاد ہو سکتی ہے اور اسی ذریعے سے ہمیں وہ مضبوط ترین سہارا میسر آسکتا ہے جس کی موجودگی میں دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی سپر پاور بلکہ سپریم پاور ہمارے لئے موجب خطرہ نہیں بن سکتی۔ بقول شاعر ؎

کیا ڈر ہے اگر ساری خدائی ہے مخالف   کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے!

اس ایک راستے کے سوا ہمارے پیچ در پیچ بحران کا اور کوئی حل نہیں' ہمارے یہ دعویٰ اگرچہ برسوں پرانا ہے لیکن ہر آنے والا دن ہمارے اس دعوے کی صداقت کو مزید مبرہن کرنے کا باعث بن رہا ہے۔ اس کا کوئی اور حل آج تک کارگر ہوا ہے نہ آئندہ ہو سکتا ہے!!○○

قارئین واحباب نوٹ فرمالیں!

پی ٹی وی پر نشر ہونے والا' امیر تنظیم اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد کا پروگرام حقیقت دین

اب ہفتہ میں دوبار دیکھا جاسکتا ہے :

i) جمعرات   شام سوا چھ بجے   پی ٹی وی ورلڈ پر

ii) اتوار   صبح ساڑھے نو بجے   پی ٹی وی پر

ملکی ٗملی اور بین الاقوامی حالات پر امیر تنظیم اسلامی کا تبصرہ

خطابات جمعہ (مسجد دار السلام لاہور) کے پریس ریلیز کے آئینے میں

☆ ☆ ☆

۷/اپریل کا خطاب جمعہ

طیارہ سازش کیس کا فیصلہ بادی النظر میں انتہائی متوازن اور انصاف پر مبنی نظر آتا ہے کیونکہ وکلاء استغاثہ و صفائی اور غیر ملکی مبصرین نے جس طرح عدالتی کاروائی پر اطمینان کا اظہار کیا ہے ٗ ماضی میں شاید ہی اس نوعیت کے کسی مقدمے میں جانبین کے وکلاء نے ایسا کیا ہو۔ پاکستان کی تاریخ میں تین بڑی شخصیات کو اللہ نے ایسے مواقع عطا فرمائے کہ وہ ملک کے لئے بہت کچھ کر سکتے تھے۔ ذوالفقار علی بھٹو پاکستان سے جاگیرداری کی لعنت کا خاتمہ کر سکتے تھے۔ جنرل ضیاء الحق نظام مصطفیٰ کی تحریک کے اثرات سے فائدہ اٹھا کر اس ملک میں شریعت کا مکمل نفاذ کر سکتے تھے۔ اسی طرح نواز شریف کو اللہ نے موقع عطا فرمایا تھا کہ وہ اپنے بھاری مینڈیٹ کے ذریعے آئین میں ترامیم کر کے ملک میں دستور خلافت کی تکمیل اور نفاذ شریعت کے عمل کو تیز کر سکتے تھے۔ لیکن ان تینوں شخصیات نے ان مواقع کو ضائع کر دیا۔ ایک موقع پر نواز شریف سے مجھے امید ہو چلی تھی کہ وہ ملک میں نفاذ اسلام کے لئے کام کریں گے کیونکہ ۹۷ء میں مسلم لیگ کی تاریخ ساز کامیابی کے بعد غیر متوقع طور پر ان کے والد کا تینوں بیٹوں یعنی نواز ٗ شہباز اور عباس شریف سمیت دو مرتبہ مجھ جیسے درویش کے مکان پر آکر نفاذ اسلام کے ضمن میں پختہ وعدے کرنا غیر معمولی بات تھی۔ لیکن افسوس کہ میاں نواز شریف نے اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے اور اپنے اختیارات میں اضافے کے لئے تو ہر قدم اٹھایا لیکن نفاذ دین کے لئے کئے گئے وعدوں کو دھیلہ برابر اہمیت نہیں دی۔

نواز شریف کی ہوس اقتدار مرض کی حد تک بڑھ چکی تھی۔ وہ اپنے اختیار و اقتدار کی راہ کے ہر پتھر کو حرف غلط کی طرح مٹانے کے درپے تھے۔ سپریم کورٹ پر حملہ کے ذریعے عدلیہ جیسے اہم ترین ادارے کو تباہ کرنے کی کوشش اسی ہوس اقتدار کا مظہر تھا۔ اپنے اقتدار کے آخری دور میں شریعت بل کے ذریعے وہ معروف اور منکر کی تشریح کا اختیار بھی حاصل کر لینا چاہتے تھے ٗ جسے کسی عدالت میں بھی چیلنج نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میرے نزدیک یہ چیز دین و

شریعت کے ساتھ بد ترین مذاق اور شریعت کا حلیہ بگاڑنے کے مترادف تھی۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس سے پہلے ہی وہ ملک کے آخری مضبوط ترین ادارے فوج سے محاذ آرائی میں شکست کھا گئے اور اس کی نوبت نہ آسکی۔

جہاں تک فوج کا اقتدار پر قبضہ کرنے یا نواز حکومت کا تختہ الٹنے کا تعلق ہے اس معاملے میں فوج کا موقف درست معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بغاوت نہیں کی بلکہ نواز حکومت کے فوج کے خلاف نامناسب اقدام کے رد عمل کے طور پر اسے یہ ناگوار قدم اٹھانا پڑا۔ کیونکہ فوج نے تو اس نازک موقع پر بھی جب سپریم کورٹ پر حملے کے وقت چیف جسٹس نے اس سے مدد مانگی تھی حکومت کے خلاف کوئی ایکشن لینے کی بجائے حکومت کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دیا تھا۔ لہٰذا فوج کا ۱۲ اکتوبر کا اقدام نواز شریف کے انتہائی متکبرانہ رویئے کا صرف ایک رد عمل تھا۔

جہاں تک موجودہ حکومت کی پالیسیوں کا تعلق ہے اب نئے نظام کی باتیں ہو رہی ہیں۔ قومی زندگی کو نئے سرے سے تعمیر کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے موجودہ حکمرانوں کو توفیق دے کہ وہ ملک کی تعمیر کر سکیں اور کہیں ایسا نہ ہو کہ ملک کی خدمت کا جو موقع اللہ نے اسے دیا ہے وہ اسے ضائع کر دے۔ تاہم یہ بات افسوسناک ہے کہ موجودہ حکومت عالمی مالیاتی اداروں کے سوشل پروگرام پر پوری طرح عمل پیرا ہونے کے لئے آمادہ نظر آتی ہے۔ کیونکہ لوکل باڈیز میں خواتین کی ۵۰% نشستیں مختص کرنے کا اس کے سوا کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ ہم بھی یہاں عورتوں کی اسی نوع کی آزادی کے قائل ہیں جیسی مغرب میں ہے۔ اسی طرح ملک میں فیملی پلاننگ کی مہم کے ذریعے پوری قوم کو اخلاق باختگی کا سبق دیا جا رہا ہے۔ ہم اس کی مذمت کرتے ہیں اور حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ بلدیاتی اداروں میں اگر خواتین کو نمائندگی دینی ہے تو خواتین کو براہ راست الیکشن میں حصہ لے کر منتخب ہونا چاہئے' ان کے لئے نشستیں مخصوص کرنا بے معنی بات ہے۔

شاعر مشرق کے فرزند ڈاکٹر جاوید اقبال جو ابھی افغانستان کا دورہ کر کے آئے ہیں ان کی طرف سے طالبان اور ان کی اسلامی حکومت کو سراہنا نہایت خوش آئند ہے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال ماضی میں سیاست و حکومت میں مذہب کی عملداری کے مخالف اور سیکولر طرز کی جمہوریت کے علمبردار رہے ہیں۔ لہٰذا ان کی طرف سے اس موقف کا سامنے آنا کسی معجزے سے کم نہیں کہ اگر افغانستان کے طالبان کی طرز پر دیگر اسلامی ممالک میں اسلامی حکومتیں قائم ہو جائیں تو پوری دنیا میں اسلام پھیل جائے' نیز ان کے اس بیان سے ہمارے اس موقف کو

بھی تقویت ملی ہے کہ پاکستان اور افغانستان کو کنفیڈریشن قائم کر لینی چاہئے تاکہ یہ دونوں ممالک نیو ورلڈ آرڈر کے مقابلے میں چٹان بن کر عالمی غلبہ اسلام میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

☆ ☆ ☆ ☆

۲۸/اپریل کا خطاب جمعہ

بیجنگ پلس فائیو کانفرنس ـــــ انسانیت پر آخری حملہ کی تیاری

مغرب کی دجالی تہذیب کی آندھی مذہب' تہذیب' تمدن' معاشرتی اقدار اور شرم و حیاء کے اصولوں کے گرد گھیرا تنگ کرتے ہوئے نیویارک میں ہونے والی بیجنگ پلس فائیو کانفرنس کے ذریعے انسانیت پر آخری حملے کی تیاری کر رہی ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ یہودیوں نے شیطان کے ایجنٹ کے طور پر پوری دنیا کے انسانوں کو شرف انسانیت سے محروم کرنے اور انہیں اپنا معاشی غلام بنانے کے لئے پوری دنیا میں سیکولرازم اور سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام معیشت رائج کیا۔ جس کے نتیجے میں اب دنیا پر اصل حکومت عالمی مالیاتی اداروں یعنی آئی ایم ایف' ورلڈ بینک اور ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کی ہے۔ یہودیوں کا یہ مالیاتی استحصالی نظام پوری دنیا کو اپنے شکنجے میں جکڑنے کے درپے ہے۔ چنانچہ اب ان کا منصوبہ یہ ہے کہ قومی ریاستوں کا تصور بھی جو انہی کا دیا ہوا ہے' ختم کر کے ایک ایسا عالمی نظام قائم کیا جائے کہ پوری دنیا پر ملٹی نیشنل کمپنیوں کا تسلط ہو جائے۔ تاہم اس منصوبے کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ایشیا اور افریقہ کے بعض ممالک اور بالخصوص اسلامی دنیا میں موجود معاشرتی اقدار' شرم و حیا اور عائلی نظام کا تصور ہے۔ اگرچہ ان علاقوں میں بھی سیاسی اور معاشی سطح پر دجالی تہذیب ہی کا ڈنکا بج رہا ہے لیکن یہودی اپنے ناپاک ایجنڈے کی تکمیل کی خاطر خاندانی نظام کو توڑ کر پوری دنیا کے انسانوں کو مکمل طور پر حیوانوں کی سطح پر لانا چاہتے ہیں تاکہ پھر ان کا ہر طرح سے استحصال کیا جا سکے اور ان کی محنت کا اصل حصہ وہ ہڑپ کر سکیں۔ ۱۹۹۴ء کی قاہرہ کانفرنس اور اس کے اگلے ہی سال منعقد ہونے والی بیجنگ کانفرنس اسی منصوبے کی ابتدائی کڑیاں ہیں۔ اس سال ۵ تا ۹ جون نیویارک میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے خصوصی اجلاس کی حیثیت سے اس سلسلے کی تیسری کانفرنس "بیجنگ پلس فائیو" کے نام سے منعقد کی جا رہی ہے۔ جس کے ایجنڈے میں "۲۰۰۰ء کی عورت" کے مسائل کو زیر بحث لایا جائے گا۔ اس کانفرنس کے لئے تیار شدہ ابتدائی خاکے کے مطابق اجلاس میں درج ذیل امور طے کئے جائیں گے۔

① ہم جنسی پرستی محض ایک جنسی رویہ ہے جس پر پابندی کا کوئی جواز نہیں۔ ہم جنس پرست افراد کے جوڑوں کو قانونی طور پر خاندان تسلیم کیا جائے گا۔

② عورتوں کو حق دیا جائے کہ وہ گھر کا کام کاج کرنے سے انکار کر دیں اور اگر وہ کام کریں تو اس کا معاوضہ طلب کریں' اسی طرح عورت حمل اور وضع حمل کا معاوضہ لینے کی بھی حقدار ہو گی۔

③ بیوی کو حق حاصل ہو گا کہ وہ شوہر کی جنسی خواہش پورا کرنے کے سے انکار کر دے اور اگر شوہر زبردستی کرے تو یہ زنا بالجبر کے زمرے میں آئے گا۔

④ جسم فروشی کو جنسی مزدوری کا درجہ دیا جائے اور اس کام کو دوسری مزدوریوں کی طرح قانونی تحفظات حاصل ہوں۔

⑤ وراثت اور طلاق کے معاملے میں مرد و زن کو کامل برابری حاصل ہونی چاہئے۔

امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے خصوصی اجلاس میں اس ایجنڈے کی منظوری کا مقصد یہ ہے کہ جو ملک بھی اس ابلیسی پروگرام سے سرتابی کرے گا اس کے خلاف پوری دنیا کارروائی کر سکے گی۔

یہ شیطانی ایجنڈا اگرچہ ابھی بیجنگ پلس فائیو کانفرنس میں زیر بحث آنا ہے لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم شاہ سے بڑھ کر شاہ کے وفادار بننے کی کوشش میں ان سے بھی آگے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیونکہ چیف ایگزیکٹو نے حال ہی میں انسانی حقوق کے نام پر کانفرنس میں جس پالیسی کا اعلان کیا ہے اس میں وومن ۲۰۰۰ء کانفرنس کے ایجنڈے کی عکاسی موجود ہے۔ مثلاً اس پالیسی میں کہا گیا کہ عورتوں کو وراثت میں حصہ ملنا چاہئے۔ یہ بات اگرچہ اپنی جگہ درست ہے اور ہم اس کی بھرپور تائید کرتے ہیں لیکن مذکورہ کانفرنس میں اس کا اعلان دراصل اسی ایجنڈے کی طرف ایک قدم ہے جس کے مطابق اقوام متحدہ وراثت میں مرد و زن کی مساوات کی منظوری دینے والی ہے۔ اسی طرح چیف ایگزیکٹو نے کہا تھا کہ حق خلع کو آسان بنایا جائے۔ خلع یقیناً خواتین کا جائز حق ہے لیکن اس کو مرد کے حق طلاق کی طرح آسان بنا کر دراصل خاندان کے مقدس ادارے کے بندھن کو ڈھیلا کرنا پیش نظر ہے۔ چیف ایگزیکٹو نے غیرت کے حوالے سے قتل کو عام قتل کے برابر قرار دینے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ اگرچہ کسی کو قانون ہاتھ میں لینے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے اور اس طرح کے قتل پر لازماً گرفت ہونی چاہئے لیکن پوری دنیا کا قانون اتفاقی اور منصوبہ بندی کے قتل میں فرق کرتا ہے تو پھر غیرت کے قتل کو عام قتل کا درجہ دینے کا اس کے سوا مطلب کیا ہو سکتا ہے کہ

غیرت اور شرم و حیاء کے جذبات کو کچل دیا جائے تا کہ خاندانی نظام تباہ و برباد ہو جائے۔ انسانی حقوق کے پروگرام میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ برتھ کنٹرول اور ایڈز سے بچاؤ کے لئے جنسی تعلیم ضروری کی جائے گی۔ اس شق کا مقصد بھی شرم و حیاء کا جنازہ نکال کر خاندان کے ادارے کا خاتمہ ہے۔ اسی طرح غیر ملکی آقاؤں کے اشارے پر قانون ناموس رسالتؐ میں طریق کار کی ایسی تبدیلی کی جارہی ہے کہ بالفعل یہ قانون ختم ہو جائے گا۔

یورپ اور امریکہ میں تو اس ایجنڈے پر پہلے ہی عمل ہو رہا ہے جس کا نتیجہ ہے کہ وہاں خاندانی نظام بری طرح تباہ ہو چکا ہے۔ غیر قانونی اور حرامی بچوں کی کثرت کے باعث دفتری فارموں میں سے ولدیت کا خانہ ختم کر دیا گیا ہے۔ شرم و حیا کا جنازہ نکل چکا ہے۔ جنسی آزادی کا حال یہ ہے کہ دو مرد یا دو عورتیں شادی کر کے گھر بسا کر رہتے ہیں۔ ناجائز بچوں کی پیدائش کی شرح کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ امریکی صدر بل کلنٹن نے صدر منتخب ہونے کے بعد اپنے ابتدائی خطاب میں کہا تھا کہ عنقریب ہمارے معاشرے کی اکثریت حرامی بچوں پر مشتمل ہو گی۔

اگر ہمیں اس انجام بد سے بچنا ہے تو یہودیوں کی اس سازش کو شعوری طور پر ناکام بنانا ہو گا۔ ضروری ہو گا کہ پاکستان کا جو سرکاری وفد اس کانفرنس میں شرکت کرے اسے وہاں اپنا موقف پیش کرنے سے پہلے اسلامی نظریاتی کونسل سے منظوری لینی چاہئے کہ ہمارا موقف اسلام کے مطابق ہے یا نہیں۔ ہماری موجودہ حکومت آئی ایم ایف سے قرضے کی اگلی قسط لینے کے لئے ایک طرف سمگلروں اور ٹیکس چوروں کے خلاف محاذ کھول رہی ہے تو دوسری طرف ٹیکس کی شرح بڑھا کر تاجروں کی مخالفت مول لے رہی ہے۔ اگرچہ یہ کام اپنی جگہ غلط نہیں' لیکن اس سے ملک کی سیاست و معیشت میں بہتری نہیں آ سکتی۔ معاشی بحران سے نکلنے کے لئے ہمیں سود کے خاتمے کا انقلابی قدم اٹھانا ہو گا۔ بے نظیر کے بعد اب ایم کیو ایم کے الطاف حسین نے بھی نظریہ پاکستان کی کھلم کھلا نفی شروع کر دی ہے۔ ان حالات میں حکومت اپنے غیر ملکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے ان کے حیاسوز' اخلاق باختہ اور غیر اسلامی ایجنڈے کو نافذ کر کے ملک کی سلامتی کو مزید خطرے میں ڈال دے گی۔ کیونکہ پاکستان کی اساس کی نفی کرنا پاکستان کے جواز کی نفی کے برابر ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پاکستان کے عوام اس ایجنڈے کے خلاف ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں اور حکومت پر واضح کر دیں کہ شمع رسالتؐ کے پروانے ناموس رسالت کے قانون میں کسی تبدیلی اور خاندانی نظام کی تباہی کے اس ایجنڈے کو ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔

پاکستان ــــ فیصلہ کن دوراہے پر

تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع منعقدہ ۲ تا ۵ اپریل ۲۰۰۰ء کے موقع پر
امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا افتتاحی خطاب

خطبۂ مسنونہ کے بعد تلاوتِ آیات :

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ○ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

﴿ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ ﴾

(آل عمران : ۱۳۹)

﴿ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ ﴾

(آل عمران : ۱۶۰)

﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○ ﴾

(الحج : ۴۰)

ادعیہ ماثورہ کے بعد فرمایا :

محترم رفقاء و رفیقاتِ تنظیم اسلامی اور معزز احبابِ گرامی!

السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ!

"تنظیم اسلامی ایک اصولی' اسلامی' انقلابی جماعت ہے' جو اولاً پاکستان اور بالآخر پوری دُنیا میں دین حق یعنی اسلام کو غالب کرنے یا بالفاظ دیگر نظام خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کو قائم کرنے کے لئے کوشاں ہے"۔

تنظیم اسلامی کے تعارف کے ضمن میں متذکرہ بالا عبارت بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس حوالے سے آج دو باتیں عرض کروں۔ البتہ اس عبارت میں جو دو اسم ظرف استعمال ہوئے ہیں' یعنی پاکستان اور دُنیا' میں ان کا جائزہ بھی ضروری

سمجھتا ہوں۔ پاکستان ایک چھوٹا ظرف ہے' جبکہ پوری دُنیا ایک بڑا ظرف ہے۔ ہمیں جائزہ لینا ہو گا کہ ان دو ظروف کا پس منظر کیا ہے' اس وقت ان دونوں میں کیا حالات ہیں' اور یہ دونوں کس مقام پر کھڑے ہیں؟ پاکستان کا genesis کیا ہے؟ یعنی پاکستان کیسے وجود میں آیا؟ پاکستان کا ماضی کیا ہے اور پاکستان اپنی زندگی کے جو ساڑھے باون برس گزار چکا ہے (قمری حساب سے تو پچھلے رمضان میں ۵۴ برس ہو چکے ہیں) اس عرصہ میں ہم کہاں رہے' کن وادیوں میں سرگرداں رہے اور اب کہاں کھڑے ہیں؟ اسی طرح اگر ہم چاہتے ہیں کہ پوری دُنیا میں اللہ کے دین کا بول بالا ہو اور اللہ کے دین کو قائم کریں تو ہمیں معلوم تو ہونا چاہئے کہ یہ دُنیا کیا ہے' اس وقت اس کے نظریات کیا ہیں؟ اس کا رخ کیا ہے؟ اس کے اندر کونسی تہذیب قائم ہے اور کس کا سکہ رواں ہے؟ اس میں اس وقت کون کون سی قوتیں برسرپیکار ہیں کہ جن سے ہمیں پنجہ آزمائی کرنی پڑے گی اگر ہم اللہ کے دین کو غالب کرنا چاہتے ہیں؟ چنانچہ میں ان ظروف کے بارے میں چاہتا ہوں کہ کچھ باتیں آپ کے گوش گزار کر دوں۔

درحقیقت اس کا خاص موقع امریکی صدر کلنٹن کے دورۂ پاکستان کے حوالے سے آیا ہے کہ انہوں نے یہاں جو "ویا کھیان" دیا ہے' ہم مسلمانان پاکستان سے خطاب کر کے کچھ وعظ و نصیحت' کچھ ترغیب و ترہیب' کچھ تہدید و تنبیہہ اور تھوڑی سی تشویق و ترغیب بھی کی ہے' اس کے نتیجے میں ہمارے قومی وجود کا ایک مخمصہ' ایک عقدۂ لاینحل (dilemma) اور Predicament جو نصف صدی تک کچھ خارجی عوامل کی بناء پر دبا رہا ہے' اب چانک نمایاں ہو کر سامنے آ گیا ہے اور اب پاکستان بالکل واضح طور پر ایک دو راہے پر کھڑا ہے۔ آج میں اس موضوع پر قدرے تفصیل سے بات کروں گا' اس لئے کہ یہ درحقیقت ایک دور کے خاتمے اور دوسرے دور کے آغاز کی علامت ہے۔ آج آپ نے اخبار میں بی بی سی کا تبصرہ دیکھا ہو گا کہ "امریکہ نے پاکستان کو دھوپ میں کھڑا کر دیا ہے' اب اسے خود کوئی سایہ تلاش کرنا ہو گا"۔ یہ بہت ہی صحیح اور مطابق واقعہ تبصرہ ہے کہ ہمارے سر کے اوپر ایک سایہ تھا' جو اب ختم ہو گیا ہے۔ اور درحقیقت صدر کلنٹن کی تقریر اس معنی میں ہمارے لئے ایک بہت بڑا لمحۂ فکریہ ہے اور ہم واقعتاً ایک بہت بڑے

فیصلہ کن دوراہے پر آکر کھڑے ہو گئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے قومی وجود کے اس مخمصے (dilemma) کے پس منظر کو بیان کروں۔

عالمی تہذیب کے نمایاں اوصاف

پاکستان جس وقت اس دُنیا میں منصہٴ شہود پر آیا' دُنیا کے نقشے پر اجاگر اور ظاہر ہوا' اُس وقت پوری دُنیا میں ایک عالمی تہذیب کا ڈنکا بج رہا تھا ـــــ وہ تہذیب کہ جس کے نمایاں اوصاف (salient features) میں سب سے نمایاں وصف آزاد خیالی (liberalism) ہے کہ جو چاہو سوچو' جو چاہو بک دو' جس پر چاہو زبانِ طعن دراز کردو۔ جب چاہو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کہہ دو اور جب چاہو انہیں گالی دے دو۔ چنانچہ ایک انہیں خدا کا بیٹا کہہ رہا ہے تو دوسرا انہیں bastard کہہ رہا ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) حرامی بچہ تھا۔ یہ کہنے میں کسی پر کوئی پابندی نہیں۔ اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں جو چاہو بکواس کر دو' یہ تمہارا حق اور تمہارا اختیار ہے' اس لئے کہ یہ لبرل ازم کا دور ہے۔ اگر سلمان رشدی نے کچھ کہہ دیا ہے تو اسے کہنے کا حق حاصل ہے' تمہیں اپنے اندر اس کو سننے کا حوصلہ پیدا کرنا چاہئے۔ یہ لبرل ازم آج کی تہذیب کا بہت بڑا نشان ہے۔

اس عالمی تہذیب کا دوسرا نمایاں وصف سیکولرزم ہے کہ دین کا کوئی تعلق ریاست سے نہیں' ریاست ایک جداگانہ وجود رکھتی ہے۔ اگرچہ سیکولرزم کا مطلب "لامذہبیت" نہیں ہے' جو لوگ اس کا یہ ترجمہ کرتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں' سیکولرزم کا مطلب ہے "لادینیت' ہمہ مذہبیت"۔ یعنی سیکولر ریاست میں تمام مذاہب موجود رہیں گے' بایں معنی کہ آپ مسلمان' ہندو' پارسی' سکھ' عیسائی' بدھ' جو بھی ہیں یہ آپ کا انفرادی معاملہ ہے۔ اپنی انفرادی زندگی میں آپ جو چاہیں عقیدہ رکھیں' آپ جس کو بھی خدا یا دیوتا مانتے ہیں اس کی جس طرح چاہیں پوجا پاٹ کریں' اور انفرادی زندگی میں جس طرح چاہیں اپنے مراسم عبودیت (rituals) اور اپنی سماجی رسومات کو ادا کرلیں۔ بس' اس سے آگے کسی مذہب اور کسی دین کا اجتماعی معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔ سماجی اقدار کسی مذہب

کے حوالے سے طے نہیں ہوں گی۔ چنانچہ سماجی برائیوں کا تصور کسی مذہب کے حوالے سے طے نہیں ہوگا۔ ریاست کے معاشی نظام میں کسی مذہب کے حوالے سے کوئی کنٹریبیوشن نہیں کی جائے گی۔ ریاستی قانون اور سیاسی ڈھانچہ سب کے سب مذہب سے بالاتر ہوں گے' ان کا کسی مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

سیکولرزم کا سیاسی نظام جمہوریت' یعنی انسانی حاکمیت کی بنیاد پر استوار ہوتا ہے۔ اسی طرح معاشی میدان میں اس تہذیب کا نمایاں ترین وصف سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام ہے۔ سرمایہ داری (Capitalism) سے اگر سود نکال دیا جائے تو یہ اسلام کے قانونی معاشی نظام کے قریب تر ہے' اس لئے کہ اس میں انفرادی ملکیت کا اثبات ہے۔ آپ کی دکان' کھیت یا کارخانہ آپ کی ملکیت ہے۔ لہٰذا وہ اس معنی میں Capitalism ہے' مگر اس میں سے سود کو نکال دیا گیا ہے۔ لیکن جس تہذیب اور جس نظام کا اس وقت سکہ رواں ہے' وہ سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام (Interest based capitalism) ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اس دُنیا کے بارے میں اس تہذیب کا تصور یہ ہے کہ یہاں خوب کھاؤ پیو اور عیش کرو' اور کسی چیز کا خیال نہ کرو ؏ بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست۔

اسی عالمی تہذیب نے consumerism کو جنم دیا ہے۔ یعنی زیادہ سے زیادہ سہولتیں حاصل کرنے اور زیادہ سے زیادہ سامانِ تعیش حاصل کرنے پر آپ خرچ کریں' یہ آپ کا حق ہے۔ اور پھر اسی سے اباحیت (permissive hedonism) کی لعنت کو فروغ حاسل ہوا کہ ہر طرح کی لذتیت ہو اور لذت کے حصول پر کوئی قدغن نہیں ہونی چاہئے۔ آخر جنسی جذبہ ہے' اس کی جس طرح چاہے آدمی تسکین کرے۔ دو عورتیں مل کر اگر تسکین حاصل کر سکتی ہوں تو کریں' آپ کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ وہ تو ڈنکے کی چوٹ کہتی ہیں کہ ہم Lesbian ہیں' اس میں ان کو کوئی شرم و حیا نہیں ہے۔ ان کے ہاں تو ہم جنسوں کی شادیاں ہو سکتی ہیں' ان میں سے ایک مرد کو شوہر اور دوسرے کو بیوی کا درجہ دیا جا سکتا ہے اور قانوناً اس کو تسلیم کیا جائے گا۔ ان کے نزدیک جنسی خواہش بھی ایسے ہی ہے جیسے انسان کو پیاس لگی تو جہاں سے چاہا پانی پی لیا۔ گلاس مل گیا تو اس میں پی لیا'

کٹورا مل گیا تو اس میں پی لیا' برتن نہیں ملا تو اوک لگا کر پی لیا۔ اصل مقصد تو پیاس کی تسکین ہے نا! اسی طرح جنسی جذبہ جہاں سے چاہیں' جس سے چاہیں پورا کرلیں' اس میں کوئی لمبے چوڑے قواعد و ضوابط اور اخلاقیات کی بحث کی ضرورت نہیں۔ اس کے ساتھ دو نام اور آتے ہیں جن کا slogan کی حیثیت سے تذکرہ ہوتا ہے' اور وہ ہیں حریت (freedom) اور مساوات (equality)۔

قیام پاکستان کا پس منظر

پاکستان کے اس مخمصہ وجود (dilema of existence) یا Predicament کی اساس یہ ہے کہ جس وقت پاکستان منصۂ شہود پر آیا اس عالمی تہذیب کا ڈنکا پوری دنیا میں بج رہا تھا اور پاکستان ایک اسلامی نظریاتی ملک کی حیثیت سے وجود میں آیا۔ گویا پوری دُنیا کا جو رُخ تھا اس کی بالکل مخالف سمت میں اور اصولی و نظری اعتبار سے اس پورے نظام اور پورے عالمگیر تمدن (Global civilization) کے anti thesis کے طور پر اور اس کے لئے چیلنج کی حیثیت سے وجود میں آیا۔

دُنیا کا ایک نقشہ تو ہم نے اس وقت دیکھ لیا ہے کہ اس کا کیا رجحان ہے' کیا trend ہے' کیا خیالات و نظریات ہیں اور کیا معاشرتی اصول ہیں۔ پاکستان کے genesis کا میں بڑی تفصیل سے "استحکامِ پاکستان" نامی کتاب میں تذکرہ کر چکا ہوں' تاہم میں چاہتا ہوں کہ اس ضمن میں چند چیزیں آپ کے سامنے رکھ دوں۔ انگریز کی آمد سے قبل پورا ہندوستان مسلمانوں کے زیر نگیں تھا' جس پر ہم نے کہیں آٹھ سو برس اور کہیں ہزار برس تک حکومت کی' لیکن پھر ہم کمزور پڑے تو ؏ "ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات" کے مصداق انگریز ہم پر مسلط ہو گئے اور ان کی حکومت قائم ہو گئی' اور اس سے پھر ایک تبدیلی پیدا ہوئی کہ تلوار کی حکومت کی بجائے قلم کی حکومت شروع ہو گئی۔ آپ کو انگریز وائسرائے کا یہ قول یاد ہو گا :

"Will you be governed by sword or by pen"

اوّل اوّل ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت قائم ہوئی' لیکن ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ناکام ہونے کے بعد انگریز کی حکومت مستحکم ہو گئی اور ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت کے

بجائے ہندوستان براہِ راست تاجِ برطانیہ کے تحت آگیا' اور اب یہاں انگریزی قانون کی عمل داری شروع ہو گئی۔ اس دور میں کسی قوم کی تعداد کو فیصلہ کن عامل کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ انگریزوں نے اکثر و بیشتر اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا' لہٰذا انہیں خطرہ تھا کہ ؏ "ان کی خاکستر میں ہے اب تک شرارِ آرزو!" کے مصداق ان کے دل میں یہ امنگ پیدا ہو سکتی ہے کہ چونکہ ہمیں تختِ حکومت سے محروم کر کے محکوم بنایا گیا ہے تو ہم دوبارہ تخت پر قبضہ کریں۔ ان میں بغاوت کے آثار ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا انگریز کی پالیسی یہ رہی کہ ان کو دبایا جائے۔ ہندو پہلے بھی غلام تھا اور اب بھی غلام تھا۔ ان کے لئے معاملہ محض آقاؤں کی تبدیلی (change of masters) کا تھا کہ پہلے وہ مسلمانوں کے غلام تھے' اب انگریزوں کے ہو گئے۔ ان کے لئے تو کوئی بڑا فرق واقع نہیں ہوا۔ انگریز نے بھی ان کی حوصلہ افزائی کی اور ہندوؤں نے بھی انگریز سے رشتے گانٹھنے شروع کئے۔ اس سے یہ صورتِ حال پیدا ہوئی کہ مسلمانوں میں ایک خوف پیدا ہونا شروع ہو گیا کہ ہندوؤں کی عددی اکثریت بروئے کار آجائے گی تو ہم تو اچھوت بن کر رہ جائیں گے اور ہماری کوئی حیثیت اور کوئی سیاسی مقام نہیں رہے گا۔ لہٰذا جب قلم کے ذریعے حکومت (government by pen) شروع ہوئی اور انگریزوں نے یہاں کے مقامی شہریوں کو کچھ حقوق دینے شروع کئے تو مسلمانوں نے اس مطالبے کا آغاز کیا کہ ہمارے جداگانہ حقوق ہونے چاہئیں' کیونکہ ہم ایک علیحدہ entity ہیں' ہمارا الگ تشخص ہے' ہماری قومیت اور تہذیب و تمدن جدا ہے' ہمارے قوانین جدا ہیں' ہمارے شب و روز جدا ہیں' ہمارا سارا معاملہ ہندو قوم سے علیحدہ ہے' چنانچہ ہمیں ایک علیحدہ قوم تصور کیا جائے اور ہمارے حقوق کی ضمانت دی جائے۔ یہ سلسلہ بہت عرصے تک چلا ہے' جبکہ ابھی کسی آزادی کا سوال نہیں تھا۔ ابھی تو انگریزی حکومت کے تحت ہی مراعات و حقوق کے معاملے میں مسلمان کچھ تحفظات چاہتے تھے' جس کے لئے ۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ قائم ہوئی۔

ہوتے ہوتے صورت حال نے یہ رخ اختیار کیا کہ مسلمانوں نے دیکھا کہ ہندو قوم میں تو شدید انتقام کا جذبہ ابھر رہا ہے اور وہ اپنی ہزار سالہ غلامی کا بدلہ چکانا چاہتے ہیں۔ یہ بھی سامنے آیا کہ شدھی کی تحریک بھی شروع کر دی گئی ہے اور سنگھٹن کی تحریک کا آغاز

بھی ہو گیا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو یہ خوف لاحق ہوا کہ ہندو تو ہماری تہذیب و تمدن' مذہب' زبان' کلچر اور ثقافت کو برباد کر دیں گے اور معاشی طور پر ہمارا استحصال کریں گے۔ جب یہ خوف بڑھا تو پھر ہم نے اپنے حقوق کے تحفظ کا راگ اور زیادہ زور سے الاپنا شروع کر دیا۔ محمد علی جناح ایک طویل عرصے تک کانگریس کے رکن بھی رہے اور مسلم لیگ کے بھی' لہٰذا انہیں ہندو کو بہت قریب سے دیکھنے اور پرکھنے کا موقع ملا۔ زیادہ قریب ہونے کی وجہ سے انہوں نے صحیح طور پر سمجھا کہ ہندو کی ذہنیت درست نہیں اور وہ اپنے ابنائے وطن سے انصاف نہیں کریں گے' ان سے کسی خیر کی کوئی توقع نہیں' تب مایوس ہو کر انہوں نے اپنا موقف تبدیل کیا۔ ظاہر بات ہے ہمیں راگ تو اسی کا الاپنا تھا کہ ہماری تہذیب و تمدن علیحدہ ہے' ہمارے خیالات و نظریات' ہمارے عقائد اور ہماری قومیت علیحدہ ہے' مسلمان خود اپنی جگہ پر ایک قوم ہیں۔ اس موقف کے بغیر قانونی و دستوری تحفظات کا وہ نعرہ آگے بڑھ ہی نہیں سکتا تھا اور آزادی ہند کی صورت میں مسلمانوں کے لئے ایک الگ خطہ زمین کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اگر وطن کی بنیاد پر تمام اہل ہندوستان کو ایک قوم مانا جاتا تو پھر تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ بھارت کی تقسیم ہو۔

اسی اثناء میں ایک اور شخصیت علامہ اقبال منظر پر آ گئے۔ اقبال نے ایک طرف اسلام کے انقلابی تصورات کی تجدید کی اور انہیں از سر نو زندہ کر دیا کہ اسلام ایک مذہب نہیں' دین ہے' یہ نظامِ عدل و قسط ہے اور یہ اِیک مکمل نظام زندگی ہے' جو اپنا تسلط چاہتا ہے۔ میں اپنی کتاب "بیسویں صدی عیسوی میں اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل" میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں کہ اسلام کا یہ تصور خلافت راشدہ کے خاتمے کے بعد رفتہ رفتہ نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہوتے تقریباً معدوم ہو گیا تھا اور اسلام ایک مذہب بن کر رہ گیا تھا' جس کو از سر نو دین کی حیثیت سے دُنیا کے سامنے لانے والا اقبال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اقبال کو فکر اسلامی کا مجدد قرار دیتا ہوں۔ ان کے یہ نظریات ان کی شاعری کے ذریعے سے منظر عام پر آئے۔ اور پھر ۱۹۳۰ء میں انہوں نے یہ تصور بھی دے دیا کہ ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک آزاد مسلمان ملک کا قیام تقدیر مبرم ہے' اور اگر فی الواقع ایسا ہو گیا' یعنی ایک آزاد مسلمان ریاست قائم ہو گئی' تو ہمیں موقع مل جائے گا کہ

اسلام کے رخِ روشن پر عرب دورِ ملوکیت میں جو داغ پڑ گئے تھے ان کو ہٹا کر اسلام کا اصل منور چہرہ دُنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔ یہ گویا ایک احیائی تصور تھا جو علامہ اقبال نے دیا تھا۔ میں نے اس پر مضامین بھی لکھے تھے اور ایک زمانے میں اخبارات میں میرے کالم بھی شائع ہوئے تھے کہ بنیادی طور پر مسلم لیگ کی تحریک دفاعی تھی' ہندو کے غلبے کے مقابلے میں دفاع کی کوشش تھی' لیکن اس میں احیاء کا تصور علامہ اقبال نے دوڑایا تھا' ورنہ مسلم لیگ میں اسلام کا کوئی جذبہ موجود نہیں تھا۔ علامہ اقبال نے دوسرا کام یہ کیا کہ انہوں نے دُنیا میں احیائے اسلام اور غلبۂ اسلام کی نوید سنائی اور یہ امید دلا دی کہ ؎

کتابِ ملّتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا!
نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنم سے
کبوتر کے تنِ نازک میں شاہیں کا جگر پیدا!
سبق پھر پڑھ صداقت کا' شجاعت کا' عدالت کا!
لیا جائے گا تجھ سے کام دُنیا کی امامت کا!!

سیکولر نقطۂ نظر سے یہ مذہبی رومانویت (religious romanticism) تھی' تاہم یہ رومانویت بھی بہت جذبہ پرور تھی۔ اس سے مسلمانوں کے اندر ایک نئی امنگ پیدا ہوئی اور اس کے نتیجے میں پھر پاکستان قائم ہوا۔ اس لئے کہ ہم نے جب اس قدر زور و شور سے کہا کہ ہماری تہذیب و تمدن' قانون' زبان' ثقافت اور عقائد ہر شے علیحدہ ہے اور ہم ایک علیحدہ قوم ("مسلمان") ہیں تو اس کے نتیجے میں پاکستان وجود میں آیا ہے —— اور جان لیجئے کہ یہ معجزانہ طور پر وجود میں آیا ہے' اس لئے کہ یہاں آکر دو چیزیں مل گئی ہیں' مشیت ایزدی اور زمینی حالات جڑ گئے ہیں۔ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی بھی طویل تدبیر ہے' جس کے اندر پاکستان کے اس مقام کی ایک حیثیت مطلوب تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی مشیت خصوصی کے تحت پاکستان قائم ہو گیا۔ پاکستان اسلام کے نام پر اور اسلام کے نعرے کے ساتھ قائم ہوا۔ تو گویا جو بھی اس وقت کی بے خدا' آزاد خیال' اباحیت پرست تہذیب تھی' وہ تہذیب کہ جس کے رگ و پے میں سود سرایت کئے ہوئے

تھا' وہ تہذیب کہ جس میں انسانی حاکمیت اور سیکولرزم کا ڈنکا بج رہا تھا' تو اس کے anti thesis کے طور پر پاکستان وجود میں آیا تھا۔ گویا پاکستان روحِ عصر کے خلاف نعرۂ بغاوت تھا۔ یہ اُس تہذیب کے خلاف نعرۂ بغاوت تھا جو اُس وقت پوری دُنیا کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے تھی۔

مغربی تہذیب کا تجزیہ (Analysis)

اس مغربی تہذیب کے بارے میں دو باتیں کہہ کر مَیں اور آگے بڑھوں گا۔ اس تہذیب کے بارے میں ہمارے ہاں عام آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اس کی ہر شے خراب ہے اور اس میں گندگی ہی گندگی ہے۔ اس کا بھی صحیح تجزیہ (analysis) وہ ہے جو علامہ اقبال نے کیا ہے۔ یہ تجزیہ میری کتاب "علامہ اقبال اور ہم" میں شامل ہے۔ علامہ اقبال کہتے ہیں کہ اس تہذیب کا inner core خالص قرآنی ہے۔ اس تہذیب کا آغاز اسلام کے عطا کردہ اصولوں پر ہوا۔ اسلام نے جو بنیادی اصول دیئے تھے ان میں اوّلین اصول' جسے اس تہذیب نے بنیاد بنایا' یہ ہے کہ اپنے موقف کی بنیاد توہمات پر نہ رکھو' بلکہ علم پر رکھو۔

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝ ﴾ (بنی اسرائیل : ۳۶)

"کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ' کان اور دل سب ہی کی بازپرس ہونی ہے"۔

اسی طرح استخراجی منطق (deductive logic) کی تنگنائیوں میں بال کی کھال اتارتے رہنے کی بجائے کائنات کا وسیع تر مشاہدہ کرو ؎

کھول آنکھ' زمین دیکھ' فلک دیکھ' فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ!

﴿ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِیْفِ

الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَo ﴾ (البقرۃ : ۱۶۴)

"یقیناً آسمانوں اور زمین کی ساخت میں' رات اور دن کے پیہم ایک دوسرے کے بعد آنے میں' ان کشتیوں میں جو انسان کے نفع کی چیزیں لئے ہوئے دریاؤں اور سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں' بارش کے اس پانی میں جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے' پھر اس کے ذریعے سے مردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے اور (اپنے اسی انتظام کی بدولت) زمین میں ہر قسم کی جاندار مخلوق کو پھیلاتا ہے' ہواؤں کی گردش میں اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابع فرمان بناکر رکھے گئے ہیں' ان لوگوں کے لئے بے شمار نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔"

گویا یہ وسیع تر صحیفہ' کائنات تمہارے سامنے ہے' اس میں آیاتِ الٰہی کا مشاہدہ کرو۔ اسے induction (استقراء) کہتے ہیں۔ توہمات کی بیخ کنی اور deduction (استخراج) کی بجائے induction (استقراء) پر انسان کی سوچ کو استوار کرنا' یہ عالم انسانیت کے لئے اسلام کی دین ہے۔ اسی سے پھر سائنسی طریقہ کار کا آغاز ہوا۔ یعنی اشیاء کو دیکھ کر' مطالعہ کرکے نتیجہ نکالو۔ ان کے خواص (properties) کیا ہیں' ان سے آپ کیسے فائدہ اٹھا سکتے ہیں' کیسے exploit کر سکتے ہیں۔ یہ دُنیا تمہارے لئے مسخر کی گئی ہے' ان میں سے کوئی شے دیوی یا دیوتا نہیں ہے' نہ سورج دیوتا ہے' نہ چاند دیوتا ہے' نہ جل دیوی ہے نہ کوئی آگ دیوتا ہے' بلکہ یہ تمام چیزیں تو تمہارے لئے مسخر کی گئی ہیں' یہ تمہاری خدمت میں لگادی گئی ہیں۔ اس بات کو سمجھو اور ان کا تجزیہ کرو۔ جو ان میں حقیقتیں مخفی ہیں ان کی تلاش کرو' جستجو کرو۔

پھر قرآن نے انسان کو یہ شعور دیا ہے کہ انسان پر انسان کی حاکمیت غلط ہے' بلکہ "اِنِ الْحُکْمُ اِلاَّ لِلّٰہِ" حاکمیت صرف اللہ کی ہے' انسان کے لئے حاکمیت کا کوئی تصور نہیں ہے' اس لئے کہ تمام انسان پیدائشی اعتبار سے مساوی ہیں' کوئی پیدائشی طور پر اونچا نہیں' کوئی نیچا نہیں' کوئی اعلیٰ نہیں' کوئی ادنیٰ نہیں' کوئی گھٹیا نہیں اور کوئی بڑھیا نہیں۔ یہ سارے تصورات درحقیقت اسلام نے دیئے ہیں۔

پھر دورِ عباسی میں انہی تصورات کے نتیجے میں مسلمانوں نے یونان کی سائنس اور فلسفے کو از سرنو زندہ کیا اور اس میں اضافے کئے۔ پھر مسلمانوں نے سائنسی عمل کا آغاز کیا' اور بہت سی ایجادات کیں۔ پھر ہوا یہ کہ ہسپانیہ کی یونیورسٹیوں سے یہ علم یورپ کو منتقل ہوا۔ ہسپانیہ کے بالکل ساتھ تین سرحدی ملک ہیں' سب سے پہلے فرانس آتا ہے' پھر جرمنی ہے اور پھر نیچے اٹلی کی ٹانگ کی سی صورت بنتی ہے۔ یہ سمجھئے کہ سنٹرل یورپ ہے' جہاں سے نوجوان ہسپانیہ کی یونیورسٹیوں میں یہ تعلیم حاصل کرنے جاتے تھے۔ قرطبہ اور غرناطہ کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں وہ آ کر تعلیم حاصل کرتے تھے اور روشن خیالی لے کر جاتے تھے۔ اسی تعلیم اور روشن خیالی کے زیر اثر یورپ میں احیاء العلوم (Renaissance) اور اصلاحِ مذہب (Reformation) کی تحریکیں چلیں۔ ان تحریکوں کا نقطۂ آغاز درحقیقت اسلام ہے' جس کو علامہ اقبال قرآنی inner core کہتے ہیں۔

البتہ دو عوامل ایسے تھے جن کے شدید ردعمل کے نتیجے میں انتہاپسندی پیدا ہو گئی۔ یورپ کے تاریک ادوار (Dark Ages) میں وہاں دو طرح کا جبر تھا' ایک تو وہاں بادشاہوں کی حکومت تھی اور بادشاہوں کے حقوق کو خدائی حقوق (Divine Rights) سمجھا جاتا تھا' دوسرے یہ کہ پوپ اور کلیسا کا اختیار خدائی اختیار (Divine Authority) مانا جاتا تھا۔ گناہوں کا معاف کرنا اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے ﴿ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ (آل عمران : ۱۳۵) "اللہ کے سوا کون ہے جو گناہ معاف کر سکتا ہو؟" لیکن یہ اختیار بھی پوپ کو حاصل تھا۔ وہ کوئی نذرانہ لیں گے اور لکھ کر دے دیں گے تو گناہ معاف ہو جائے گا۔ یہ پوپ کے پاس خدائی اختیار ہے۔ اسی طرح حلت و حرمت اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے۔ وہ طے کرتا ہے کہ حلال کیا ہے' حرام کیا ہے' لیکن ﴿ اِتَّخَذُوْآ اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ (التوبہ : ۳۱) "انہوں نے تو اپنے احبار اور رہبان کو اللہ کے سوا رب بنا لیا ہے" بایں معنی کہ جس شے کو وہ حرام کہہ دیں وہ ان کے ہاں حرام ہے اور جس شے کو وہ حلال کہہ دیں وہ ان کے نزدیک حلال ہے' حالانکہ تحلیل و تحریم تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ یہ دو جبر تھے جس کے زیر اثر واقعہ یہ ہے کہ پورا یورپ

ایک عرصے سے تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اب اس تاریکی کے خلاف جب روشن خیالی آئی' جب علم پھیلا اور جدید نظریات نے انسانی شعور کو حیاتِ نو عطا کی اور یہ نظریات جب ہسپانیہ سے ہو کر اُن ممالک کے اندر پہنچے تو وہاں پر ایک شدید ردعمل پیدا ہو گیا' اور مذہب اور پاپائیت کے خلاف بالعموم بغاوت پیدا ہو گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ شہنشاہیت کے خلاف بھی نفرت کے جذبات پروان چڑھنے لگے۔ ظاہر بات ہے کہ جب ردعمل ہوتا ہے تو نیوٹن کے تیسرے قانونِ حرکت کی رو سے ہر عمل کا اس کے مساوی اور مخالف سمت میں ردعمل ہوتا ہے' چنانچہ وہاں جتنا جبر تھا اس کے خلاف اس کا ردعمل بھی اتنا ہی شدید تھا۔

اس ضمن میں یہ بات بہت اہم ہے' اس کو سمجھ لیجئے' کہ ایک طرف تو عیسائی یورپ ردعمل کی طرف جا رہا تھا' دوسری طرف یہودیوں نے عیسائیت کی پشت میں چھرا گھونپنے کے لئے ہسپانیہ کے ذریعے یورپ میں جو خیر جا رہا تھا اس میں شر کی آمیزش کر دی۔ آپ کے علم میں ہو گا کہ مسلم ہسپانیہ میں یہودیوں کو بڑی مراعات حاصل تھیں اور اس دور کے بارے میں بن گوریان نے یہ کہا ہے کہ :

"Muslim Spain was the golden era of our diaspora"

۷۰ء سے یہودیوں کا جو جلاوطنی اور انتشار کا دور شروع ہوا تھا کہ انہیں فلسطین سے نکال کر پوری دُنیا میں منتشر کر دیا گیا تھا کہ جدھر تمہارے سینگ سمائیں چلے جاؤ' مشرق میں چلے جاؤ یا مغرب میں' یورپ' افریقہ' ایشیا جہاں چاہے چلے جاؤ۔ ان کا جو یہ diaspora کا دور تھا' یہ ۱۹۱۷ء میں بالفور ڈکلیریشن کے ذریعے سے ختم ہوا ہے۔ اس طرح اس انتشار کو تقریباً ۱۹۰۰ برس ہو گئے۔ اس کے بارے میں بن گوریان کہتا ہے کہ اس دوران ہمارا سنہری دور مسلم سپین کا دور تھا۔ اس لئے کہ ہسپانیہ میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے یہودی عیسائیوں کے ہاتھوں شدید تشدد کا شکار تھے۔ یورپ کے عیسائیوں کی اکثریت ان سے شدید نفرت کرتی تھی' لہٰذا عیسائی انہیں بری طرح ستاتے تھے' انہیں پیٹتے تھے' ان پر تھوکتے تھے اور انہیں اپنے شہروں میں آنے نہیں دیتے تھے۔ اس شدید ظلم کے ردعمل میں یہودیوں نے مسلمان حملہ آور طارق بن زیاد کی مدد کی۔ اس پر مسلمانوں نے انہیں

اپنا محسن سمجھتے ہوئے مسلم سپین میں ان کی سرپرستی کی اور انہیں بہترین مراعات دیں اور انہوں نے وہاں بیٹھ کر عیسائیت کی پیٹھ میں چھرے گھونپے۔ وہ جو کسی نے بڑے خوبصورت الفاظ میں کہا ہے ؎

"کون سیاہی گھول رہا ہے وقت کے بہتے دریا میں!"

یہ جو علم، شعور اور آگہی کا دریا ہسپانیہ سے یورپ کی طرف رواں تھا ان یہودیوں نے اس میں سیاہی گھولنے کا کام بہت گہری سازش کے ساتھ کیا۔ چنانچہ آزادی کو انہوں نے مادر پدر آزادی بنا دیا کہ ہر شے کی آزادی اور ہر شے سے آزادی، حتیٰ کہ خدا اور مذہب سے بھی آزادی۔ چنانچہ اس آزادی نے "زندگی برائے زندگی" اور "بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" کی صورت اختیار کی، جس کو میں نے "Permissive hedonism" یعنی اباحیت پسندی اور لذتیت پرستی کہا تھا۔

اسی طرح یہودیوں نے protestants کے ذریعے سے سود کی اجازت حاصل کی اور بینک قائم کئے، ورنہ یورپ میں جب تک پوپ کا اختیار تھا تو بہت سی خرابیوں کے ساتھ ساتھ ایک بھلائی بھی تھی کہ سود کو حرام سمجھا جاتا تھا اور کسی بھی سطح پر سودی لین دین کی اجازت نہیں تھی۔ لیکن "اصلاحِ مذہب" کی تحریک اور مذہبی بغاوت کے نتیجے میں جب پوپ کا اختیار ختم ہوا اور پروٹسٹنٹ مذہب فروغ پذیر ہوا تو تمام مذہبی پابندیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ یہودیوں نے جس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام کی پیٹھ میں چھرا گھونپا تھا اسی طرح عیسائیت کی پیٹھ میں چھرا گھونپا اور اسے دولخت کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں "الفتنة الکبریٰ" یہودیوں ہی کا برپا کیا ہوا تھا۔ یہ عبداللہ بن سبا یہودی کی سازش تھی اور آج تک اس زخم سے خون بہہ رہا ہے۔ اسلام میں شیعہ سنی تفرقے کا آغاز حقیقت میں اُس وقت عبداللہ بن سبا کے ذریعے سے ہی ہوا تھا۔ ایسے ہی یورپ میں یہودیوں نے عیسائیت کی پیٹھ میں چھرا گھونپا اور اسے کیتھولک اور پروٹسٹنٹ میں تقسیم کر دیا۔ اور protestants کے ذریعے سے سود کی اجازت حاصل کر کے بینکنگ کا زبردست نظام قائم کر لیا۔ بینکنگ کے اس نظام پر علامہ اقبال کے یہ دو شعر ملاحظہ ہوں ؎

ایں بنوک ایں فکرِ چالاکِ یہود
نورِ حق از سینۂ آدم ربود
تا تہ و بالا نہ گردد ایں نظام
دانش و تہذیب و دیں سودائے خام!

"یہ بینکنگ نظام کیا ہے؟ یہ یہودیوں کی چالاکی اور مکاری والے فکر کا مظہر ہے۔ ان بینکوں نے انسانوں کے سینوں سے نورِ حق یعنی روحِ ربانی (Divine Spark) کو ختم کر دیا اور انسان کو بھیڑیا بنا کر رکھ دیا ہے۔ جب تک بینکوں کا یہ نظام تہہ و بالا نہیں ہوتا' اس کو بالکل نسیاً منسیاً نہیں کر دیا جاتا' دانش و تہذیب اور مذہب و اخلاق سب کہنے کی باتیں ہیں' یہ محض خام خیالی ہے۔ اس نظام کی موجودگی میں یہ چیزیں آ ہی نہیں سکتیں"۔

پھر مساواتِ مرد و زن کا نظریہ دیا گیا کہ مرد اور عورت بالکل برابر ہیں' ان کے بالکل برابر کے حقوق ہیں اور انہیں کندھے سے کندھا ملا کر چلنا چاہئے۔ جس نے آگے بڑھ کر مساواتِ نسواں (Femininism) کی تحریک کی صورت اختیار کی' جس سے واقعہ یہ ہے کہ عائلی نظام کا خاتمہ ہو گیا۔ یہودیوں نے عیسائی یورپ سے بھرپور انتقام لیا اور انہیں جنسی اعتبار سے اس قدر کرپٹ کر دیا کہ ان کا خاندانی نظام تباہ و برباد کر دیا اور بینکنگ کے نظام کے ذریعے ان کا معاشی استحصال کر کے ان کی گردن پر سوار ہو کر بیٹھ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال اس صدی کے آغاز میں یورپ جا کر یہ دیکھ آئے تھے کہ ع "فرنگ کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے!

یہ درحقیقت اس تہذیب کی انتہاپسندی کے دو اسباب ہیں' ورنہ اس کا آغاز اور اس کا "inner core" خالص اسلامی تھا۔ اس کا آغاز مسلمانوں کے زیر اثر ہسپانیہ کی یونیورسٹیوں سے ہوا ہے اور اس تہذیب میں اگر کوئی خیر ہے تو وہ اسلام سے مستعار لیا گیا ہے۔ جیسے کہ علامہ اقبال کہتے ہیں ؎

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بُو
آں کہ از خاکش بروید آرزو

یا ز نورِ مصطفیٰ[ؐ] او را بہاست
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ[ؐ] ست

یعنی اگر آج دُنیا میں کوئی خیر موجود ہے تو وہ یا تو نورِ محمدیؐ سے مستعار لیا گیا ہے یا یہ کہ ابھی انسان اس مقامِ محمدیؐ تک رسائی کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔

بہرحال یہ صورتحال تھی جب کہ پاکستان کا قیام اس پوری تہذیب کے خلاف anti thesis چیلنج اور بغاوت کے طور پر دُنیا میں عمل میں آیا۔

قیامِ پاکستان کے وقت عالمی حالات

اس ضمن میں ایک بات اور نوٹ کر لیجئے کہ جب پاکستان قائم ہوا تو یہ تہذیب نو عالمگیر اور یونیورسل تھی اور اس کے نمایاں اوصاف (salient features) وہی تھے جو مَیں بیان کر چکا' البتہ عملی اعتبار سے دُنیا دو بلاکس میں منقسم ہو چکی تھی۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد سے ایک سرد جنگ جاری تھی۔ ایک طرف U.S.S.R اور اس کے مشرقی حواری اور دوسرے ملک تھے' جبکہ دوسری طرف U.S.A تھا' جو دوسری جنگ عظیم کے بعد ہی دُنیا کے منظر پر آیا تھا' اس سے پہلے تو وہ اپنے ساحل سے باہر نکلا ہی نہیں تھا۔ ان دونوں عالمی طاقتوں کے مابین بنیادی اختلاف اس تہذیب کے بنیادی اصولوں سے متعلق نہیں تھا' بلکہ دونوں کا معاشی نظاموں پر ٹکراؤ تھا۔ ایک کا نظام سود پر مبنی سرمایہ داری (interest based capitalism) تھا۔ وہ نہ صرف انفرادی ملکیت کو مانتے ہیں بلکہ یہ بھی مانتے ہیں کہ پیسہ محض پیسہ کے طور پر بھی کمانے کا حق رکھتا ہے' چاہے اس کے ساتھ محنت نہ ہو۔ یہ سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام ہے۔ دوسری طرف اس کے ردعمل کے طور پر نوعِ انسانی میں فساد پیدا ہوا اور haves اور have nots کی تقسیم پیدا ہوئی۔ بادشاہت کا دور تو چلا گیا' جاگیرداری ختم ہو گئی' لیکن یہ سرمایہ داری کی لعنت مسلط ہو گئی۔ ؎ رُست از یک بند تا افتاد در بندے دگر! اس کے نتیجے میں کیمونزم پیدا ہوا۔ ان کے درمیان صرف ایک محدود کشاکش تھی۔ یا تو سیاسی مقابلہ تھا یا نظاموں کا اگر کوئی conflict تھا تو وہ پورے بنیادی فلسفے کے اعتبار سے نہیں بلکہ دو معاشی نظاموں کے

درمیان ٹکراؤ تھا۔

جب پاکستان وجود میں آیا تو ایک طرف تو دُنیا ان دونوں بلاکس میں منقسم تھی اور دوسری طرف پاکستان کے وجود میں آنے کے ساتھ ہی بھارت کی دشمنی پیدا ہو گئی۔ یہ پیدائشی دشمنی تھی' اس لئے کہ بھارت نے اوّل روز سے ہی دل سے ایک دن کے لئے بھی پاکستان کو تسلیم نہیں کیا۔ انہوں نے ایک وقتی حکمت عملی کے طور پر تقسیم ہند کو مان لیا تھا' لیکن انہیں امید تھی کہ پاکستان چند مہینوں کے اندر ہی ختم ہو جائے گا' اس کے لئے انہوں نے اُس وقت پورا زور بھی لگایا تھا۔ وہ تو گاندھی نے پاکستان کے کچھ اثاثے واگزار کرا دیئے تھے' ورنہ دوسرے ہندو لیڈر تو رکاوٹوں پر رکاوٹیں کھڑی کر رہے تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ نہرو اور پٹیل زہر دے کر پاکستان کو مارنا چاہتے تھے اور گاندھی گڑ کھلا کر مارنا چاہتا تھا۔ اس نے وہ مقام حاصل کرنا چاہا تھا کہ "میں تو امن و انصاف اور عدل کا دیوتا ہوں' میں نے پاکستان کے اثاثے واگزار کرا دیئے ہیں' حالانکہ میں ہندو ہوں' میں نے بھارتی حکومت کو مجبور کیا اور اس کے گھٹنے ٹکوا دیئے"۔ اس کے بعد اس کا ارادہ تھا کہ وہ پاکستانیوں کے دلوں میں اپنی یہ عظمت پیدا کرنے اور اُن کے دلوں میں ایک نرم گوشہ پیدا کرنے کے لئے واہگہ سے داخل ہو گا اور پیدل سفر کرتا ہوا کراچی تک جائے گا۔ اس سے اس کا مقصود پاکستان کی جڑیں کھودنا تھا کہ ہم تو درحقیقت ایک قوم ہیں' ہمیں تو ا... ستی اور محبت کے حوالے سے ایک قوم ہو جانا چاہئے۔ چند مہینے پہلے اس نے کہا تھا کہ پاکستان میری لاش کے اوپر ہی بن سکتا ہے' لیکن وقتی طور پر وہ تقسیم ہند کے لئے آمادہ ہو گیا۔ وہ تو بھلا ہو ناتھو رام گوڈسے کا کہ جس نے گاندھی گاندھی کی زندگی کا چراغ گل کیا ہے۔ وہ ایک انتہاپسند ہندو اور آر ایس ایس کا آدمی تھا' ورنہ گاندھی کی پوری سکیم تھی کہ وہ واہگہ سے داخل ہو گا اور کراچی تک پیدل جائے گا۔ وہ پیدل سفر کرتا رہتا تھا۔ وہ راتوں کو ہاتھ میں لالٹین لے کر چلا کرتا تھا۔ اس کا منصوبہ تھا کہ اس طرح پاکستان کا دورہ کر کے دو قومی نظریئے کی نفی کر کے پاکستان کو ختم کرے' جبکہ نہرو اور پٹیل پاکستان کو گلا گھونٹ کر ختم کرنا چاہتے تھے۔ بہرحال یہ حالات تھے جن میں پاکستان وجود میں آیا' جس کے نتیجے میں چار چیزیں پاکستان کے لئے لازم و ملزوم کے درجے میں آ گئیں۔

پاکستان کی تاریخ کے پہلے تیس سال

● بھارت سے بچاؤ کی خاطر ہم نے اس سرد جنگ میں U.S.A اور اس کے حواریوں کے ایک انتہائی وفادار اتحادی (committed ally) کی حیثیت اختیار کر لی۔ مجھے آج بھی یاد ہے کہ ۱۹۵۳ء میں' جب کہ اینٹی قادیانی تحریک کے حوالے سے ملک انتہائی انتشار کا شکار تھا' اُس وقت خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم تھے جو کہ بہت شریف اور نیک آدمی تھے' وہ پنجاب کے گورنر ہاؤس میں آئے ہوئے تھے۔ اُس وقت مَیں اسلامی جمعیت طلبہ کا ناظم اعلیٰ تھا۔ مَیں ان کے پاس ایک وفد لے کر گیا۔ ملاقات کے دوران مَیں نے ان سے کہا جناب یہ SEATO اور CENTO کیا معاہدے ہیں جس کے اندر آپ شامل ہونے کی سوچ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں نہیں' آپ طالب علم ہیں' آپ کو اس سے کیا سروکار؟ یہ تو ملکی پالیسی ہے۔ مَیں نے کہا جناب! آپ تو ملک کو ان جکڑ بندیوں میں باندھ کر چلتے بنیں گے' ملک تو بعد میں ہم نے سنبھالنا ہے' چنانچہ ہمیں معلوم ہونا چاہئے کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ مَیں ان کی شرافت کا قائل ہوں' فوراً کہا: "فرمائیں' آپ کیا کہتے ہیں؟ دیکھئے پنڈت جی تو نہیں چاہتے نا کہ پاکستان باقی رہے' اور ہم ہندوستان کا مقابلہ تو نہیں کر سکتے نا۔ پھر ہمیں بھی تو کوئی سہارا چاہئے نا؟" انہوں نے ان سادہ ترین تین جملوں میں پوری خارجہ پالیسی بیان کر دی۔ کوئی اور diplomat ہو تو وہ اس کو کسی اور طریقے سے کہے گا' پوری پالیسی بیان کرے گا' ولائل دے گا' اس کی حکمت عملی بیان کرے گا' diplomatic زبان استعمال کرے گا۔ بہرحال یہ ہے ہماری خارجہ پالیسی کا کارنر سٹون کہ ہم نے اپنے آپ کو مغربی بلاک کے گھڑے کی مچھلی بنایا اور ہم ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے انتہائی وفادار اتحادی بن گئے۔ پھر اس کے ساتھ CENTO میں آئے اور اسی کے زیر اثر ہم SEATO میں شامل ہوئے۔

امریکہ اور روس اور ان کے حواریوں کے درمیان سرد جنگ میں ہم نے اس اعتبار سے بھی امریکہ کا ساتھ دیا کہ اُدھر کمیونزم تھا اور اِدھر سرمایہ دارانہ نظام تھا۔ چنانچہ مذہبی اعتبار سے بھی "اھون البلیّتین" کے اصول سے یہ بات زیادہ مناسبت رکھتی

تھی کہ ہم امریکہ کا ساتھ دیں' اس لئے کہ وہاں مذہب کی نفی نہیں ہے' جبکہ کمیونزم میں مذہب کی نفی ہے۔ پھر اسلام میں ا زادی ملکیت کا تصور موجود ہے' جس کی کمیونزم کے اندر نفی ہے۔ چنانچہ امریکہ اور روس میں سے امریکہ ہمیں دو برائیوں میں سے چھوٹی برائی نظر آتا تھا' اس اعتبار سے بھی ہم نے اس کا دامن تھاما۔

❷ جہاں تک ہمارے بالائی اور ریاستی طبقات تھے' جنہیں آپ ایلیٹ (elite) کہتے ہیں' چاہے وہ سیاست دان تھے' چاہے سرمایہ دار تھے' چاہے بیوروکریٹس تھے اور چاہے وہ آرمی آفیسر تھے' ان سب کی سطح پر پاکستان میں مغرب کی عالمی حکمران تہذیب کا جھنڈا سربلند رہا' جبکہ ہم نے پاکستان علیحدہ تہذیب و تمدن اور علیحدہ قومیت کی بنیاد پر بنایا تھا۔ ہماری ہر شے الگ تھی۔ ہماری قومیت کی بنیاد ہمارے مذہب پر تھی۔ وطنیت کی بنیاد پر قومیت کے تصور کو تو ہم نے کفر اور شرک قرار دیا تھا۔ ؎

اِس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روشِ لطف و ستم اور!
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے!
بازو ترا توحید کی قوّت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تُو مصطفوی ہے
نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے!
اے مصطفوی خاک میں اس بُت کو ملا دے!!

لیکن ہم نے وطنی قومیت کے بُت کو خاک میں ملانے کے بجائے پاکستان کا آغاز اس طرح کیا کہ "یہاں نہ ہندو ہندو رہے گا' نہ مسلمان مسلمان رہے گا' مذہبی اعتبار سے نہیں' کیونکہ مذہب تو انسان کا انفرادی معاملہ ہے' بلکہ قومی اور سیاسی اعتبار سے سب ایک پاکستانی قوم ہوں گے۔" اب یہاں سیکولرزم کی بات سو فیصد آگئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسی قول کا

حوالہ کلننن نے اپنی تقریر میں دیا ہے۔ قائداعظم کا یہ قول تو گویا اس کے لئے صحیفہ آسمانی کی آیت ہے۔ اسی کی بنیاد پر جسٹس منیر صاحب نے ایک کتاب "From Jinnah to Zia" لکھ دی تھی' اور اپنے آپ کو دُنیا کے سامنے بہت ہی لبرل ثابت کرنے کے لئے کہ ہم کوئی کٹر مذہب پرست نہیں ہیں ایک ہندو جوگندر ناتھ منڈل کو وزیر قانون بنادیا کہ دیکھ لیجئے 'ہم نے جو اسلام کے نعرے لگائے تھے وہ ہماری وقتی ضرورت تھی' دیکھئے تو ہم نے ایک ہندو کو وزیر قانون بنادیا ہے۔ اور دیکھ لیجئے' ہماری وہ باتیں اور وہ نعرے وقتی ضرورت کے تحت تھے' قوم کو جمع کرنا اس کے بغیر ممکن نہیں تھا' چنانچہ ایک قادیانی کو ہم نے وزیر خارجہ بنادیا کہ ہم محدود مذہبی پیانے پر سوچنے والے نہیں ہیں۔ یہاں سے ہم نے اپنی قومی زندگی کا آغاز کیا۔ اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ہماری ایلیٹ' چاہے وہ سیاست دان تھے' وہ سب کے سب اسی فکر کے حامل تھے۔ انہوں نے مغربی تعلیم حاصل کی تھی' وہ اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ان کا ذہن' فکر اور سوچ وہی تھی۔ اسی طرح آرمی میں وہ سب سے آگے تھے' بلکہ وہ تو خالص سیکولر تھے' ان کو تو انگریز نے ماحول ہی اباحیت پسندی اور شراب نوشی وغیرہ کا فراہم کیا تھا۔ اور آرمی کے آفیسرز میسوں میں جو کچھ ہوتا تھا وہ آپ کو سب معلوم ہے۔

۳ اگرچہ ہماری قوم کا ریاستی اور بالائی طبقہ مغرب کی حکمران تہذیب کے رنگ میں پوری طرح رنگا ہوا تھا' لہٰذا ہم نے قومی سطح پر اسی سمت میں پیش قدمی کی' لیکن پاکستان میں درمیانی طبقہ میں اسلام کے احیاء' اسلام کے غلبے اور ایمان کی تجدید کی تحریکیں بھی چلتی رہیں۔ مثلاً جماعت اسلامی' تبلیغی جماعت وغیرہ۔ تبلیغی جماعت تجدید ایمان کی تحریک ہے' جس کا انداز غیر علمی (non academic) ہے۔ جماعت اسلامی تجدید اسلام' غلبۂ اسلام اور احیاء اسلام کی تحریک ہے۔ پھر یہ کہ علماء کے طبقے میں بھی تحریک موجود تھی۔ تاہم یہ سب چیزیں ہمارے درمیانی طبقے میں تھیں' ہمارے grass root level پر نہیں تھیں۔ یعنی ہمارے عام کسان اور مزدور میں ابھی یہ شعور اجاگر نہیں ہوا تھا۔ ایلیٹ تو پورے کا پورا مغربی رنگ میں رنگا ہوا تھا' لیکن درمیانی طبقے میں یہ تحریکیں بھی چلتی رہیں۔

طویل عرصے تک امریکہ کے سیکرٹری آف سٹیٹ تھے۔ انہوں نے کسی محفل میں یہ بات کہی کہ "بھارت اور پاکستان دو کتوں کی مانند ہیں' ایک ہمارے دائیں ٹخنے کو کاٹتا ہے تو دوسرا بائیں ٹخنے کو کاٹتا ہے' ہم ایک کو پچکارتے ہیں تو دوسرا کاٹنے لگتا ہے' دوسرے کو پچکارتے ہیں تو پہلا کاٹنے لگتا ہے"۔ اس لئے کہ ہم سمجھتے تھے کہ ہم تو مدمقابل ہیں' ہمیں برابر کا سٹیٹس ملنا چاہئے' ہمارے ساتھ یکساں سلوک ہونا چاہئے۔ اس پر مسٹر بھٹو نے فقرہ چست کیا تھا اور یہ کام وہی کر سکتا تھا' وہ اس محفل میں موجود تھا' اس نے کہا :

"Mr. Secretary! This time we are going to bite a little higher up."

یعنی اب جو ہم کاٹیں گے تو ٹخنے پر نہیں' بلکہ کہیں اوپر جا کر کاٹیں گے۔ بہرحال یہ ہمارے لئے کہاں ممکن تھا کہ ہم اوپر جا کر کاٹیں' وہ ایک سپرپاور تھی۔ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا امریکی حمایت کا ایک نتیجہ تو یہ نکلا کہ ہم بھارت کے مقابلے میں برابر کی چوٹ رہے۔ یہاں تک کہ بھارت کے ساتھ ۱۹۷۱ء کی جنگ کے بعد بھی ہم اس مغالطے میں رہے' حالانکہ ۱۹۷۱ء کی جنگ کے نتیجے میں ہم پہلے کی نسبت ۱/۱۰ ہو گئے تھے۔ اگرچہ ہم آدھے رہ گئے تھے' لیکن حقیقت میں ہماری معنوی حیثیت ۱/۱۰ ہو گئی تھی' لیکن اس کے باوجود ہمارا طرزِ عمل یہ تھا کہ "سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا؟" یعنی جب سیاں ہمارے امریکہ بہادر ہیں تو ہمیں ڈر کس کا ہے؟ لہٰذا ہم نے اپنی برابری کا خناس اپنے دماغ میں پالے رکھا۔

❷ دوسرا جو بہت خوفناک نتیجہ نکلا وہ یہ ہے کہ ہمیں دوسروں کی خیرات اور امداد کی عادت پڑ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے خیرات و صدقات کو "اَوْسَاخُ النَّاس" کہا ہے' یعنی یہ لوگوں کا میل کچیل ہوتے ہیں' ان سے بچو۔ صدقات و زکوٰۃ لینے کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی' بلکہ حوصلہ شکنی کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ہاتھ سے محنت اور کمائی کرو۔ صدقات اور خیرات تو لوگوں کے ہاتھوں کا دھوون ہے۔ لیکن یہ "اَوْسَاخُ النَّاس" جب ہمارے پاس آیا اور ہم اس کے خوگر بن گئے تو اس نے ہماری قومی اور خاص طور پر اقتصادی زندگی میں slow poisoning کا کام کیا۔ چنانچہ محنت کا جذبہ ختم ہو گیا' اس لئے کہ

ڈالر آسانی سے چلے آرہے ہیں۔ کسی معاہدے کے تحت گندم ملتی چلی جارہی ہے' اسی کے تحت گھی کے ڈبے آرہے ہیں اور امریکہ کے ساتھ مصافحہ دوستی کا نشان ہر چیز کے اوپر لگا چلا آرہا ہے۔ اس سے ہم نے ایک مصنوعی خوشحالی اپنے اوپر طاری کرلی۔ ہم نے اپنی معیشت کو بنیادوں سے نہیں اٹھایا تھا' صرف مصنوعی خوشحالی تھی' جس کے نتیجے میں ہم بڑے خوش ہوتے تھے کہ جب کوئی سیاح بھارت سے ہو کر پاکستان میں آتا ہے' مشرقی پنجاب سے مغربی پنجاب میں واہگہ سے داخل ہوتا ہے تو وہ یہ کہتا ہے کہ میں محسوس کرتا ہوں کہ ایک بہت پسماندہ ملک سے نکل کر بڑے ترقی یافتہ ملک میں آگیا ہوں۔ لیکن ہماری یہ ترقی مصنوعی تھی' غیر ملکی امداد اور خیرات کے بل بوتے پر تھی۔ گویا بقول غالب ؎

قرض کی پیتے تھے مے' لیکن یہ کہتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن!

اس کے نتیجے میں ہمارے بالائی طبقات یعنی ایلیٹ کلاس کے اندر تعیش' تنعم' سہولت پسندی اور راتوں رات لاکھ پتی ہی نہیں کروڑ پتی بننے کے جذبات پیدا ہو گئے' اس لئے کہ بہتی گنگا ہے' ہاتھ دھولو!

غیر ملکی امداد اور صدقات و خیرات کا سب سے زیادہ خطرناک اور خوفناک نتیجہ یہ نکلا کہ اس عرصے میں ریاستی اور سیاسی حلقوں کے اندر بدعنوانی اور کرپشن کی تخم ریزی بہت بڑے پیمانے پر ہوئی۔ ویسے یہ کہ ہم اس خیال میں رہے کہ ہم برابر کی چوٹ ہیں' ہم بھارت سے کم نہیں ہیں' ہم سر جھکا کر بات کیوں کریں' ہم برابر کی سطح پر بات کریں گے۔ یہ ہمارے پہلے تیس سال ہیں۔

بعد کے پندرہ سال (۱۹۷۷ء تا ۱۹۹۲ء)

اس کے بعد کے پندرہ سالوں کے دوران (۱۹۷۷ء کے بعد سے ۱۹۹۲ء تک) عالمی سطح پر بڑے بڑے چونکا دینے والے واقعات رونما ہوئے۔ ایران کا انقلاب آیا جس سے پوری دنیا کانپ گئی۔ اور نیوز ویک اور ٹائمز کے بڑے بڑے ایشوز شائع کئے گئے کہ

"Militant Islam on the march!"

یعنی اسلام تو آگے پیش قدمی کرتا ہوا آرہا ہے۔ مسلم فنڈامنٹلزم کو بہت بڑا چیلنج قرار دیا

گیا۔ ظاہر بات ہے کہ مسلمان ممالک میں بعض جگہ بنیاد پرستی اور احیاءِ اسلام کا جذبہ موجود تھا۔ آزادی کے بعد ان ملکوں کے عوام کی خواہش تھی کہ ٹھیک ہے ہم پہلے انگریزوں کے غلام تھے' فرانسیسیوں کے غلام تھے' اب آزاد ہو گئے ہیں تو ہمارا اپنا نظام' ہمارا اپنا قانون' ہماری اپنی تہذیب اور اپنا تمدن آنا چاہئے۔ لیکن اس جذبے کو عالمی سطح پر سب سے بڑی تقویت ایران کے انقلاب سے ملی۔ چنانچہ پاکستان میں نظامِ مصطفیٰ تحریک جو کہ بہت بڑی تحریک تھی' اس نے بھٹو صاحب کو ہلا کر رکھ دیا۔ اگرچہ اسے آرمی نے ہائی جیک کرلیا اور اس کے بل پر ضیاء الحق نے گیارہ سال تک اسلام کی ڈفلی بجائی۔ یعنی اس تحریک سے نظام مصطفیٰؐ کا نعرہ لے کر خود ایوانِ صدر کو اس نعرے کا سب سے بڑا سرچشمہ بنالیا۔

تیسرے یہ کہ اس سے بھی زیادہ جوش و جذبہ کا اظہار افغان جہاد کے ذریعے ہوا۔ وہاں اگر روسی فوجیں داخل نہ ہوتیں تو جہاد کا یہ غلغلہ کبھی بلند نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن چونکہ اسلام کے جو فقہی تصورات ہیں ان کی رو سے بھی جب کوئی غیر مسلم حکومت دارالاسلام پر حملہ کردے تو قتال فرضِ عین ہو جاتا ہے۔ لہٰذا تمام علماء' مفتی اور فقیہہ حضرات اٹھ کھڑے ہوئے کہ اب تو جہاد فرض ہو گیا ہے۔ اس کی بناء پر پوری دُنیا میں جہادی تحریکات کا سب سے بڑا مرکز پاکستان بن گیا' اس لئے کہ افغانستان تک رسائی کا واحد ذریعہ پاکستان ہی تھا۔ امریکہ کی امداد' چاہے وہ ڈالر میں تھی یا ساز و سامان اور اسلحہ کی صورت میں' وہ پاکستان ہی کے ذریعے جاتی تھی۔ جہاد میں شمولیت کے لئے سوڈان' الجزائر' سعودی عرب اور دیگر عرب ممالک' بنگلہ دیش اور فلپائن سے لوگ چلے آ رہے تھے۔ جہاد کے لئے کہاں کہاں سے مسلمان یہاں پہنچے ہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کا غلغلہ بلند ہوا اور بہت بڑے پیانے پر جہادی تحریکیں شروع ہوئیں۔ اور یوں سمجھئے کہ دُنیا میں اسلامی "romanticism" اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ واقعتاً ایسی فضا بن گئی تھی کہ اسلام بس آیا کہ آیا' اسلام دُنیا پر غالب ہوا کہ ہوا۔ ہم نے اتنا بڑا کام کرلیا کہ ہم نے سوویت یونین (U.S.S.R) کے ٹکڑے کروا دیئے' اب کیا مشکل ہے' اسی طرح امریکہ اور بھارت کے بھی ٹکڑے کروا دیں گے۔ وہیں سے ان جہادی تحریکوں کا کشمیر میں fallout شروع ہوا

اور ساری دُنیا میں جہاد کا غلغلہ بلند ہوا۔ یقیناً یہ بہت بڑی شے ہے۔ اس جہاد میں پاکستان کو اہم ترین حیثیت حاصل ہوئی۔ امریکہ سرد جنگ کو ختم کرنے کے لئے سوویت یونین (U.S.S.R) کا خاتمہ کر دینا چاہتا تھا۔ اسے ویت نام میں اپنی شکست کا انتقام بھی لینا تھا' جہاں سے روس کی وجہ سے اُسے دم دبا کر بھاگنا پڑا تھا۔ یہاں تو مسلمان جان دینے کے لئے تیار تھے۔ چنانچہ ان کے ذریعے امریکہ کا کام آسان ہو گیا۔ اس کی ایک بھی جان نہیں گئی' صرف پیسہ گیا' جو اُن کے لئے ہاتھ کی میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کا تو ایک ایک بینکر چالیس چالیس بلین ڈالر کا ایک ایک چیک لکھ سکتا ہے۔ تو پیسے کی تو اُن کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ کسی امریکی کی جان نہیں گئی اور یونین آف سوویت سوشلسٹ ریپبلکس (U.S.S.R) جیسی عظیم سپرپاور تحلیل ہو کر رہ گئی۔

اس کے نتیجے میں پاکستان کو جو حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ ہمیں اس دور میں front state ہونے کی حیثیت سے امریکہ کے نزدیک most favourite nation کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ اس کے دو نتیجے نکلے' ایک تو یہ کہ ہم ان پندرہ سالوں میں بھارت کے برابر کی چوٹ بن کر کھڑے رہے کہ ہم اس کے سامنے سر کیوں جھکائیں' ہم مدمقابل ہیں' ہم ڈنکے کی چوٹ ہیں' برابر کی چوٹ ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس دَور میں ڈالر کی جو ریل پیل ہوئی ہے اس نے ہمیں معاشی طور پر موت کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔ ہمارے بڑے بڑے جرنیل billionaire بن گئے۔ کہتے ہیں کہ واشنگٹن میں شاید ایک سڑک ہی Generals' Road بن گئی ہے جہاں پاکستان کے ریٹائرڈ جرنیلوں کی بڑی بڑی کوٹھیاں ہیں۔ انہوں نے بہتی گنگا میں جس قدر ہاتھ دھوئے اور جس قدر ڈالر کمائے اس سے درحقیقت پاکستان کی معاشی موت واقع ہو گئی۔ لیکن دوسری طرف مسلم فنڈامنٹلزم کو کچھ تھوڑی سی تحریک ضرور ملی' اس لئے کہ ضیاء الحق صاحب نے نظامِ مصطفیٰ تحریک کی سٹیم کو ہاتھ میں لے کر اسی کے بل پر اپنی حکومت کا جواز ثابت کیا۔ اس دور میں دو قدم بڑے اہم اٹھائے گئے۔

① قرارداد مقاصد جو ابھی تک دستور کے دیباچہ (Preamble) میں تھی وہ باقاعدہ دستور کا جزو بن گئی اور اب آرٹیکل ۲۔الف کی صورت میں ایک

operative clause ہے۔

(۴) وفاقی شرعی عدالت (فیڈرل شریعت کورٹ) قائم کی گئی۔ قوانین کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنے کے لئے اسلامی نظریاتی کونسل کا جو طریق کار چل رہا تھا اس سے تو کوئی نتیجہ نہیں نکلا تھا' لیکن اب اس مقصد کے لئے فیڈرل شریعت کورٹ کا ادارہ قائم کیا گیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کے ہاتھوں میں دو ہتھکڑیاں پہنادی گئیں اور پاؤں میں دو بیڑیاں ڈال دی گئیں۔ تاہم دستوری اعتبار سے یقیناً ایک قدم آگے بڑھا۔

۱۹۹۱ء کے بعد اس پوری صورتحال میں بڑی بنیادی تبدیلی آگئی جب U.S.S.R تحلیل ہو کر ختم ہو گیا۔ بیسویں صدی عیسوی (۲۰۰۰ء جس کا آخری سال ہے۔ واضح رہے ہے کہ تیسرا کرسچن ملینیم شروع ہو چکا ہے' لیکن ابھی ۲۱ ویں صدی شروع نہیں ہوئی) اس اعتبار سے بڑی منفرد صدی ہے کہ اس میں دو عظیم جنگیں ہوئیں جس میں کروڑوں انسان قتل ہوئے اور اس صدی میں دو عظیم سلطنتیں دُنیا کے نقشے سے معدوم ہو گئیں۔ اس صدی کے آغاز میں عظیم سلطنت عثمانیہ دُنیا کے نقشے سے ختم ہو گئی' جو تین براعظموں پر محیط تھی' اس میں پورا شمالی افریقہ' مغربی ایشیا اور پورا مشرقی یورپ شامل تھا۔ کبھی "سلطنتِ روما" بڑی عظیم سلطنت شمار ہوتی تھی' لیکن سلطنتِ عثمانیہ کی حدود اس سے زیادہ بنتی ہیں۔ اور اس صدی کے اختتام پر آکر ۱۹۹۱ء میں عظیم سوویت یونین (U.S.S.R) دُنیا کے نقشے سے ختم ہو گیا۔

سوویت یونین کا خاتمہ اور امریکہ کی طوطا چشمی

سوویت یونین کے خاتمے کا نتیجہ یہ نکلا کہ عالمی سطح پر سرد جنگ ختم ہو گئی۔ اور نتیجتاً اب پاکستان کی امریکہ کے لئے کوئی حیثیت ہی نہیں رہی۔ یہ ہے وہ انقلاب جو ۹۲۔۱۹۹۱ء کے بعد آنا شروع ہوا تھا اور اپنے نقطۂ عروج کو پہنچا کلنٹن کے حالیہ دورۂ پاکستان کے نتیجے میں۔ دبی دبی زبان میں تو یہ باتیں امریکہ کی طرف سے آرہی تھیں کہ اب وہ بات نہیں ہے' ہم بھارت اور پاکستان کو equate نہیں کر سکتے' ہمیں جیوفزیکل اور جیوپولٹیکل حقائق کو زیادہ پیش نظر رکھنا ہو گا' بھارت بہت بڑی منڈی بھی ہے اور بہت بڑی جمہوریت

بھی ہے' بھارت یہ بھی ہے اور وہ بھی ہے۔ بھارت کی اس طرح کی مدح سرائی تو رفتہ رفتہ بڑھ رہی تھی' لیکن اب بل کلنٹن صاحب کا دورہ اس کی سب سے بڑی علامت ہے' جس میں بات دو ٹوک انداز میں کر دی گئی ہے۔

البتہ اس دور میں ایک اور کام بھی ہوا ہے' کہ وہ جو گلوبل تحریک تھی اس نے ۱۹۹۲ء کے بعد اب ڈنکے کی چوٹ نیو ورلڈ آرڈر کا نام لیا ہے' جو پچھلے ساڑھے سات سال کے دوران اس سے پہلے کبھی نہیں لیا۔ "نیو ورلڈ آرڈر" یہودیوں کی سازش تھی' جس کا انہوں نے ۱۷۷۰ء میں نعرہ لگایا تھا : Ordous Novo Seclorum یعنی "A new secular order for the World" خلیج کی جنگ کے بعد صدرِ امریکہ جارج بش نے اس کا ڈنکے کی چوٹ اعلان کیا تھا۔ اسی نیو ورلڈ آرڈر کی تکمیل کے لئے ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن' آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک تو چلے آ رہے تھے' جن کا معاملہ اس صدی کے وسط سے شروع ہو گیا تھا' اس سے بھی آگے بڑھ کر ایک اور معاہدہ TRIPS کے نام سے ہوا ہے جو ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کا ذیلی معاہدہ ہے۔ ان اداروں اور معاہدوں کے تحت اب گلوبل تہذیب نے ایک گلوبل نظام کی شکل اختیار کر لی ہے اور یہود اب اس جگہ پہنچ گئے ہیں کہ وہ پوری عیسائی دُنیا کو فتح کر چکے ہیں۔ پہلے انہوں نے پروٹسٹنٹ عیسائیوں کو اپنا آلہ ٔ کار بنایا تھا اور WASP یعنی (White Anglo Saxon Protestants) کے ذریعے سے بالفور ڈکلیریشن منظور کرایا اور پھر اس کے ذریعے سے اسرائیل کی ریاست قائم کروائی۔ لیکن ہوتے ہوتے اب کیتھولک عیسائی بھی یہودیوں کے آگے سرنگوں ہو گئے ہیں۔ دنیا میں شاید ایک بلین کے قریب کیتھولک ہیں۔ اب پوپ صاحب نے بھی گھٹنے ٹیک دیئے ہیں اور انہوں نے اسرائیل کو تسلیم بھی کر لیا ہے' خود آ کر اسرائیل کا دورہ بھی کر لیا ہے' یروشلم کو اسرائیل کا سرکاری صدر مقام بھی تسلیم کر لیا ہے اور یروشلم میں اپنا سفارت خانہ قائم کرنے کا بھی اعلان کیا ہے۔ چنانچہ اب پوری عیسائی دنیا یہودیوں کے قابو میں ہے۔ "نیو ورلڈ آرڈر" اصل میں "جیو ورلڈ آرڈر" ہے۔ اور اب وہ دُنیا کی پوری ٹریڈ اور انڈسٹری بلکہ TRIPS کے ذریعے سے چاہتے ہیں کہ زراعت کو بھی اپنے کنٹرول میں لے

لیں۔ جبکہ دُنیا میں تمام انسان واقعتاً حیوان بن کر رہ گئے ہیں۔ انہیں جنسی سطح پر بھی حیوان بنا دیا گیا ہے۔ ۱۸۹۷ء میں یہودیوں نے اپنی تحریک کو Zionism کے نام سے منظم کیا۔ اس کی "قرار داد تاسیس" میں یہ ساری باتیں موجود ہیں کہ "ہمارے نزدیک مکمل انسان صرف یہودی ہی ہیں' باقی سب انسان نظر آتے ہیں' حقیقت میں حیوان ہیں' گوئیم اور gentiles ہیں' ان کا استیصال کرنا اور ان کا خون نچوڑ کر پینا ہمارا حق ہے (جیسے گھوڑے کو تانگے میں جوتنا انسان کا حق ہے' البتہ کوچوان اسے چارہ بھی ڈالے گا' چنے بھی کھلائے گا' تاکہ اگلے روز بھی اسے تانگے میں جوت سکے) دُنیا بھر کے انسان ہماری خدمت کے لئے کام کریں اور ان کی بقاء کے لئے جو کم سے کم ضروریات ہیں وہ ہم ان کی پوری کرتے رہیں گے۔ چھاچھ ہم ان کو دیتے رہیں گے اور بالائی اور مکھن ہم بینکوں اور سود کے ذریعے سے حاصل کرتے رہیں گے"۔ یہ نیو ورلڈ ہے جو اب پوری دُنیا کو زیر نگیں کرنے کے لئے بیتاب ہے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان کے قدموں تلے سے تو زمین نکل گئی۔ اور بھارت کا معاملہ یہ ہے کہ امریکہ بھارت کا پرستار بن چکا ہے' اس لئے کہ اس وقت مغرب کے نزدیک جمہوریت ان کے مذہب کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور بھارت اس مذہب کا معجزہ ہے۔ اگر وہ بھارت کی پرستش کر رہے ہیں تو اسی وجہ سے کر رہے ہیں۔ پوری مغربی دُنیا مانتی ہے کہ جمہوریت کی ورکنگ کے لئے لوگوں میں خواندگی کی شرح زیادہ ہونی چاہئے' اگر شرح خواندگی کم ہے تو جمہوریت نہیں چل سکتی۔ لیکن بھارت نے یہ معجزہ کر دکھایا ہے کہ انتہائی کم شرح خواندگی کے باوجود وہاں جمہوریت کامیابی سے چل رہی ہے۔ اتنی بڑی جمہوریت کہ تقریباً ایک بلین (۹۵ کروڑ) انسان وہاں بستے ہیں۔ امریکہ بہادر کی آبادی تو ۲۵ کروڑ کے قریب ہے' امریکہ سے تین چار گنا زیادہ بھارت کی آبادی ہے۔ اور پھر پورے ساڑھے باون برس سے دستور کے مطابق نظام چل رہا ہے۔ صرف ایک سال کے لئے ایمرجنسی آئی تھی' وہ بھی دستوری ایمرجنسی تھی' جس میں کوئی ماورائے دستور کام نہیں تھا۔ لہٰذا مغرب کے پاس اس کے پرستار ہونے کے لئے وجہ جواز موجود ہے۔ پھر یہ کہ ان کی تہذیب عریانی' فحاشی' بے پردگی اور اباحیت پسندی پر مشتمل ہے۔

گویا جیسی کہ مغرب تہذیب ہے ویسی ہی بھارت کی تہذیب ہے' بلکہ ان کے ہاں وہ صرف تہذیب ہی نہیں ہے' ان کے مذہب کا حصہ بھی ہے۔

پھر یہ کہ بھارت کی معیشت بھی سرمایہ دارانہ (Capitalistic Economy) ہے۔ کچھ عرصے تک تو ان کے ہاں "نہرو ایرا" موجود رہا' جس میں انہوں نے بیرونی سرمایہ کاری کو روکے رکھا اور درآمدات پر بھی بڑی پابندیاں لگائیں اور اس طرح اپنی اقتصادی بنیاد کو مضبوط کیا۔ لیکن رفتہ رفتہ اب پابندیاں ختم ہو رہی ہیں۔ اس اعتبار سے بھی بھارت امریکہ کا حقیقی اتحادی ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اب دُنیا میں سب سے بڑی مارکیٹ یا تو چائنا کی ہے یا بھارت کی۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے چین کو بھی most favourite nation کا درجہ دے رکھا ہے۔

یہ وہ چیزیں ہیں جن کی بنا پر اب امریکہ نے فیصلہ کن اور اعلانیہ طور پر "گڈ بائی پاکستان" کہہ دیا ہے۔ اب اس کا رویہ پاکستان کے ساتھ اس قسم کا ہے کہ "ہم مانتے ہیں کہ آپ ہمارے اتحادی رہے ہیں' آپ کے ہمارے اوپر بڑے احسانات ہیں' آپ نے ہی چین سے ہمارا تعلق قائم کرنے میں مدد دی' آپ نے روس کے مقابلہ میں ہمارا ساتھ دیا' آپ نے افغانستان میں ہمارا بھرپور ساتھ دیا' یہ آپ کا ہم پر بڑا احسان ہے' ہم اس کے قدردان ہیں' اس کے قائل ہیں اور اس کا احترام کرتے ہیں ــــــ لیکن اب حالات بدل چکے ہیں' اب سیدھے سیدھے یہ راستہ اختیار کرتے ہو تو ہمارا کچھ تعاون شاملِ حال رہے گا' اور اگر نہیں تو دیوالیہ ہو جاؤ گے' isolate ہو جاؤ گے' کوئی تمہارا ساتھی نہیں ہو گا اور کوئی مددگار نہیں ہو گا"۔

پاکستان دوراہے پر

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں کہ بی بی سی کے تجزیہ نگار نے کہا ہے کہ امریکہ نے پاکستان کو دھوپ میں کھڑا کر دیا ہے کہ اب وہ اپنے لئے خود سایہ بنائے یا سایہ تلاش کرے۔ یہ ایک دوراہا ہے۔ ہمارے سامنے دو راستے ہیں' اِدھر یا اُدھر' یا چناں کن یا چنیں! اب ہمارے قومی وجود کا یہ dilemma ہمارے سامنے ہے کہ ہمیں کون سا راستہ

اختیار کرنا ہے۔ ہم نے اُس وقت اسلام کے نام پر ملک بنایا جبکہ پوری دُنیا میں سیکولرزم' لادینیت اور اباحیت پسندی کا دَور دَورہ تھا۔ اس اعتبار سے پاکستان کا قیام پوری دُنیا کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا تھا ؎

نعرہ زن عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد
حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد

لیکن اب صورتحال بہت مختلف ہے۔ اپنے قیام سے اب تک ہم نے بہت قیمتی باون سال ضائع کئے ہیں۔ اس دوران ہم نے اپنے آپ کو برباد کیا ہے' اپنی تباہی کے لئے خود اپنے ہاتھوں گڑھا کھودا ہے۔ اب ہم جہاں کھڑے ہیں یہ ایک دوراہا ہے۔

پہلا متبادل راستہ

اس دوراہے میں ایک راستہ تو یہ ہے کہ :

❶ ہم اپنے مقصد وجود اور اپنے نظریاتی پس منظر کو بھول جائیں۔ یہ فراموش کر دیں کہ پاکستان کیوں بنا تھا! اللہ سے ہم نے کیا وعدے کئے تھے اور کیا نعرے لگائے تھے! اور تحریک پاکستان کا کیا پس منظر تھا! یہ بھی بھول جائیں کہ ہم نے یہ اسلامی نظریاتی ملک اس لئے بنایا تھا کہ ہم بقول قائد اعظم عہد حاضر میں اسلام کے اصولِ حریت و اخوت و مساوات کا دُنیا کے سامنے ایک نمونہ پیش کرنا چاہتے تھے اور مبشّرِ پاکستان علامہ اقبال کے اس خواب کو بھی بھول جائیں کہ "جیسا کہ مجھے یقین ہے' اگر ہندوستان کے شمال مغرب میں ایک آزاد مسلمان ریاست قائم ہو گئی تو ہمیں موقع مل جائے گا کہ عرب ملوکیت کے دور میں اسلام کے چہرے پر جو بدنما داغ آ گئے تھے ان کو دھو کر اصل اسلام دُنیا کے سامنے پیش کر سکیں"۔ اور اصل اسلام ظاہر بات ہے کہ خلافتِ راشدہ والا تھا۔ لیکن دُنیا تو مسلمانوں کو پہچانتی ہی دورِ ملوکیت کے حوالے سے ہے۔ لہٰذا اس غلط تصور کو دھونا ہوگا۔

❷ مغربی سیکولر جمہوریت کو پوری یکسوئی سے اس کے جملہ متضمنات کے ساتھ اختیار کر لیں۔ اس ضمن میں اس وقت تو ایک ہی مطالبہ ہے کہ جمہوریت بحال کرو۔ لیکن جمہوریت کی بحالی کے ساتھ ساتھ دو مطالبے اس کے اندر مضمر ہیں۔ ایک یہ کہ تم نے

مذہب کی بنیاد پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا' مذہب کی بنیاد پر انسانوں میں فرق پرانے زمانے کی دقیانوسیت ہے۔ آپ کو تو مسلمان اور ہندوؤں کے درمیان بھی فرق نہیں کرنا چاہئے' کجا یہ کہ ایک قوم جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے اسے آپ نے اپنے قومی وجود سے کاٹ پھینکا ہے۔ دوسرے یہ کہ قانونِ تحفظ ناموسِ رسالت کو ختم کرو' اس قانون کو کالعدم قرار دو۔ آج کل لبرل ازم کا دَور ہے' ہر شخص کو آزادی رائے کا حق حاصل ہے۔ دیکھتے نہیں کہ ہم اپنے خدا کے لئے یہودیوں سے یہ لفظ سننے کو تیار ہیں کہ وہ "Son of God" نہیں "Son of man" تھا۔ اس پر انہوں نے پوری فلم بنائی ہے جس میں حضرت مسیح علیہ السلام کو سیدہ مریم کے منگیتر جوزف کارپینٹر کا حرامی بچہ قرار دیا ہے' جس سے ابھی مریم کی شادی بھی نہیں ہوئی تھی' صرف رشتہ طے ہوا تھا۔ ہم سے کہا جائے گا کہ دیکھو! یہ باتیں ہم برداشت کرتے ہیں' حالانکہ ہمارے نزدیک وہ خدا کا بیٹا ہے' ہم یہ سب کچھ جھیلتے ہیں یا نہیں؟ تو اگر سلمان رشدی نے بکواس کر دی ہے تو تمہیں اس سے تکلیف کیوں ہے؟ پوری مغربی دُنیا اس وقت سلمان رشدی کی پشت پر آ گئی ہے اور اس کی کتابوں کے پورے پورے ہوائی جہاز لوڈ ہو کر پوری دُنیا میں گئے ہیں۔ ہم سے کہا گیا ہے کہ یہ تم نے کیسے قانون بنا دیا؟ آپ کو معلوم ہے کہ قانونِ توہین رسالت کے خلاف پوپ جان پال نے بھی لب کشائی کی ہے اور صدر امریکہ نے بھی۔ پس ہم سے مطالبہ کیا جائے گا کہ سیکولر جمہوریت کے تقاضوں کو اس کے جملہ متضمنات کے ساتھ تسلیم کرو!

● کشمیر کو بھول جائیں۔ میں اپنے الفاظ میں ان کے مطالبات کی ترجمانی کر رہا ہوں کہ اب تو اگر بھارت لائن آف کنٹرول کو مستقل سرحد ماننے پر تیار ہو جائے تو بہت غنیمت سمجھنا۔ کبھی یہ دَور تھا کہ بھارت یہ بات کہتا تھا' تم نہیں مانتے! اب تو بھارت اس کو بھی نہیں مانے گا۔ وہ تو آزاد کشمیر پر حملہ کرنے کے لئے تلا ہوا ہے۔ آپ نے سردار عبدالقیوم صاحب کا بیان پڑھ لیا ہو گا کہ آزاد کشمیر پر حملے کے لئے بھارت کی پوری تیاریاں ہیں۔ اور جس انداز سے آج واجپائی صاحب کا بیان آیا ہے' نوائے وقت کی سرخی تھی "اب مسئلہ کشمیر کا نہیں' پاکستان کا ہے"۔ یعنی کشمیر کی باتیں کرتے ہو؟ پاکستان

کی خیر مناؤ! آپ کو معلوم ہے جب واجپائی لاہور آیا تھا تو نواز شریف صاحب نے اپنے خلوص واخلاص میں بھارت کے لئے خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ "کشمیر کے بغیر پاکستان نامکمل ہے"۔ نواز شریف صاحب کو واجپائی سے اچھے جواب کی توقع تھی' لیکن فوراً جواب ملا "پاکستان کے بغیر بھارت نامکمل ہے"۔ واجپائی کا یہ جواب اُس وقت کا تھا جبکہ وہ دوستی کا وقت تھا۔ انتہائی دوستی کی بلندی پر بھی اس کے دل کے اندر جو شے تھی وہ باہر آ گئی۔

④ اپنا نیوکلیئر پروگرام رول بیک کریں اور سی ٹی بی ٹی پر فوراً دستخط کریں۔ ہم سے کہا جا رہا ہے کہ تمہارے دل میں یہ کیا خناس آیا ہے کہ تم نیوکلیئر پاور بننا چاہتے ہو؟ کھانے کو تمہارے پاس دانے نہیں ہیں' تمہاری معیشت کا دیوالیہ نکل چکا ہے' یہ تو ہم نے تمہیں سپورٹ دے کر زندہ رکھا ہوا ہے۔ جیسے لائف سپورٹس ہوتی ہیں کہ مریض پڑا ہوا ہے' اس کی اصل میں تو موت واقع ہو چکی ہے' لیکن یہ کہ مختلف نالیاں لگی ہوئی ہیں' دل کے اندر پیس میکر بھی لگا ہوا ہے جو دل کو دھکے دے دے کر چلا رہا ہے' آکسیجن بھی لگی ہوئی ہے۔ یہی تمہارا معاملہ ہے۔

⑤ جہادی تنظیموں کو کچل ڈالیں۔ اس ضمن میں ہماری حکومت نے ذرا جرأت مندانہ بات کی تھی کہ یہ جہادی تنظیمیں تم نے خود پیدا کی ہیں' جہادِ افغانستان کے ذریعے یہ جہادی تحریکیں برپا کی ہیں' تم نے خود ان کو دودھ پلا کر پروان چڑھایا ہے۔ لیکن اب کیا ہو گا' میں کچھ نہیں کہہ سکتا اور کہنا بھی نہیں چاہتا' اس لئے کہ ہم نے یہ طے کر رکھا ہے کہ ہم اپنے ان اجتماعات میں وقتی سیاست پر بحث نہیں کریں گے۔

⑥ طالبان سے تمام روابط ختم کر دیں۔ طالبان کے گھیراؤ کیلئے امریکہ نے جو سکیم تیار کی ہے اسکے اندر اس کا ساتھ دیں اور اُسامہ بن لادن کو پکڑنے میں ذریعہ بنیں۔

⑦ دینی مدارس پر کریک ڈاؤن کیا جائے۔ اوّل تو انہیں ختم کرو۔ علیحدہ دینی مدارس دُنیا میں اور کہاں ہیں؟ ترکی سے لے کر سعودی عرب تک کہیں بھی آزاد دینی مدارس نہیں ہیں۔ یہ سارے حکومت کے تحت ہونے چاہئیں۔ اور یہ خطیب حضرات جو چاہتے ہیں جمعہ کے خطبات میں کہہ دیتے ہیں' انہیں کنٹرول کرو۔ کیا ترکی یا سعودی عرب

یں مسجد کا خطیب جو چاہے کہہ سکتا ہے؟ دینی مدارس کو ختم کر کے دینی تعلیمات کو کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں شامل کر دو۔ اسلامیات کا ایک مضمون تم نے پہلے رکھا ہوا ہے' کچھ مزید رکھ لو۔ ایک خاص سطح سے آگے جا کر میڈیکل کالج کی طرح ایک علیحدہ شریعت کالج بنا لو' جیسے سعودی عرب میں ہے' لیکن سکول کی تعلیم بالکل مشترکہ ہے' تمام بدید و قدیم علوم پڑھائے جا رہے ہیں۔ لیکن دینی مدارس کی یہ شکل' جو خاص طور پر اکستان اور ایران میں ہے' یہ ہمارے لئے ناقابل قبول ہے کہ یہاں دینی مدارس آزاد یں۔ واضح رہے کہ انگریز کے دورِ حکومت میں بھی ایران اور ہندوستان کے دینی دارس بالکل intact رہے تھے۔ ایران میں تو انگریز کی براہِ راست حکومت نہیں رہی' یکن ہندوستان پر تاجِ برطانیہ کی حکومت کے دوران بھی دار العلوم دیوبند انگریز کی ہر لرح کی مداخلت سے محفوظ رہا۔ بہرحال اب ہم سے مطالبہ ہو گا کہ ان مدارس کو تم کرو۔

● ورلڈ بینک' IMF' WTO اور TRIPS کے تمام تقاضوں کو پورا کریں۔ یعنی پنے عوام کا خون نچوڑو' انہیں کولہو کے اندر پیلو' اور خون نکال کر ان کے ہاں پیش کر د۔ TRIPS کا نام شاید آپ نے پہلے بھی سنا ہو گا۔ میرے علم میں یہ بات حال ہی میں آئی ہے کہ یہ "ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن" (W.T.O.) کا ایک اور ذیلی معاہدہ ہے کہ دُنیا میں بیج ا تقسیم کا کام صرف ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ذریعے ہو۔ اس معاہدے کے تحت کسی ملک ے شہری یا کاشتکار اپنے پاس بیج نہیں رکھ سکیں گے' یہ قانوناً جرم ہو گا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ وہ یہ کہتے ہیں کہ مختلف اجناس کے اندر ہم نے genetic development ا ہے' جس سے اجناس کی نئی نئی شکلیں پیدا ہوئی ہیں' جس سے پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ س کا اب جو ادارہ قائم ہو رہا ہے وہ TRIPS ہے۔ یعنی (Trader Related Intellectual Property Right)۔ ان کا کہنا ہے کہ ں بیج پر ہم نے کام کیا ہے' ہم نے ریسرچ کی ہے' یہ ہم نے develop کئے ہیں' لہٰذا ان ، اوپر ہمیں نفع ملنا چاہئے' بیج صرف ہم پیدا کریں گے' کوئی ملک جو WTO کے تحت آ ئے گا وہ اپنا بیج پیدا نہیں کر سکے گا' نہ ہی کوئی کاشتکار اپنے پاس بیج رکھ سکے گا۔ یہ ہے وہ

معاہدہ جس کے خلاف ہمارے ملک میں ''دُنیائے اسلام بیداری کونسل'' کے نام سے تحریک چلی ہے اور انہوں نے ایک سیمینار بھی منعقد کیا ہے۔ یہ گلوبلائزیشن کا چوتھا ادارہ ہے۔ اس گلوبلائزیشن کو اب پوری دُنیا میں ''گوبولائزیشن'' کہا جارہا ہے کہ ہم پوری دُنیا کی معیشت کو ہڑپ کر جائیں' باقی سب ہمارے رحم و کرم پر رہ جائیں' ہماری ملٹی نیشنلز ہوں گی' انہی کی حکومتیں ہوں گی' انہی کے ملازم ہوں گے۔ پاکستان کا عام آدمی ہو یا ہندوستان کا یا کسی اور ملک کا' وہ ورکر ہوگا' اسے تو معمولی روزینہ دیں گے' باقی ان میں کچھ ذہین لوگ ہوں گے تو انہیں ہم مینیجرز بنالیں گے' ایگزیکٹوز میں لے آئیں گے' انہیں لاکھوں کی تنخواہ بھی دے دیں گے' لیکن یہ کہ بہرحال ان سے خرچ بھی سارا ہی کرالیں گے اور consumerism کے تحت واپس بھی ہم لے لیں گے۔ بس یہ نظام پوری دُنیا کے اندر ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آزادئ تجارت ختم۔ اس پر بھی آزادی ختم کہ آپ درآمدات پر کوئی قدغن لگا سکیں یا کوئی ٹیکس عائد کرسکیں۔ اس کے ساتھ آپ کی لوکل انڈسٹری بھی ختم۔ اب آپ کو ہماری ملٹی نیشنل کمپنیوں کے لئے سارے دروازے کھول دینے ہوں گے۔ اور اب تو زراعت کو بھی پورے طور پر اپنے شکنجے میں لینے کے لئے TRIPS بنالیا ہے کہ ہم نے ان بیجوں کو develop کیا ہے' ہمیں ان سے نفع ہونا چاہئے۔ یہ اس وقت پوری دُنیا میں ہو رہا ہے۔

⑨ بھارت کو سیدھے سیدھے علاقائی سپرپاور کی حیثیت سے تسلیم کریں اور اس کے سامنے سر جھکائیں۔ اپنے ذہن سے بھارت کا مدمقابل ہونے کا خناس نکال دیں اور صرف دس گنا بڑا نیپال بننے کے لئے تیار ہو جائیں۔ ہم سے کہا جائے گا کہ تمہارے اور نیپال میں اتنا ہی فرق ہے کہ تمہارا رقبہ اس سے دس گنا ہے۔ باقی جس طرح وہ بھارت کا تابع مہمل ہے اسی طرح تم بھی ہو جاؤ۔

⑩ یورپی اور بھارتی ثقافتی یلغار کے لئے اپنے دروازے کھول دیں۔ اور مساواتِ نسواں (Femininism) جس کے دو بڑے لینڈ مارکس قاہرہ کانفرنس اور بیجنگ کانفرنس ہیں' اس کے فروغ کی خاطر NGOs کے لئے میدان خالی کردیں کہ وہ جس طرح چاہیں اس معاشرے کے اندر سے عائلی نظام کے خاتمے کا معاملہ کریں۔

ان دس نکات کو اگر ہم تسلیم کرلیں تو ہمیں امریکی پشت پناہی حاصل رہے گی' ہمیں IMF کی قسطیں ملتی رہیں گی اور ہمارے قرضوں کی ری شیڈولنگ ہوتی رہے گی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی بحران کے وقت ہمیں bail out کرنے کے لئے کوئی اور قدم اس سے بڑھ کر بھی اٹھالیا جائے' بشرطیکہ ہم یہ راستہ اختیار کریں۔

دوسرا متبادل راستہ

اس کے برعکس دوسرا راستہ کیا ہے' اس کے بھی دس نکات ہیں :

❶ سب سے پہلی بات یہ کہ اپنے قیام کی وجہ جواز اور اپنی نظریاتی اساس سے از سرنو وابستگی اختیار کی جائے' اور ہم پوری دنیا میں اس نظریئے اور نظام کے علم بردار بن کر داعی کی حیثیت سے کھڑے ہو جائیں۔ اس لئے کہ داعی کے اندر جو طاقت ہوتی ہے وہ عام Passive آدمی کے اندر نہیں ہوتی۔ یہ مسلمہ اصول ہے کہ (offense is the best defence) جس طرح کبھی U.S.S.R کمیونزم کا علمبردار تھا' کمیونزم کو سپورٹ کر رہا تھا' اسے ہر طرح کی امداد دے رہا تھا اور اپنے ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے اس کی تشہیر کر رہا تھا اسی طرح پاکستان اپنی وجہ جواز یعنی اسلام اور اپنی نظریاتی اساس سے نہ صرف یہ کہ خود اپنے ذاتی تعلق کو از سرنو محکم اور استوار کرے بلکہ اس کا عالمی سطح پر داعی بن کر کھڑا ہو جائے۔

❷ پوری دنیا سے isolate ہونے کے خطرے کو ذہناً قبول کرتے ہوئے توبہ اور انابت کے ذریعے اپنا رشتہ صرف اللہ ربّ العزّت سے استوار کیا جائے۔ اِس وقت بظاہر ہمیں ایک سہارا نظر آ رہا ہے کہ ہم چائنا کی طرف دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے چیف ایگزیکٹو اس وقت جنوبی ایشیا کے دورے پر نکلے ہوئے ہیں' وہ کسی سائے کی تلاش میں ہیں کہ کہیں سے کوئی سایہ اور مدد ملے۔ اور یہ سایہ سوائے اللہ کے کہیں سے نہیں ملے گا۔ جس طرح قیامت کے دن سوائے اس کے سائے کے کوئی سایہ نہ ہوگا (اَلْیَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ) بالکل وہی معاملہ اس وقت پاکستان کے لئے ہو چکا ہے کہ اس کے لئے اللہ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے لئے ہمیں ﴿ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا ﴾ کے مصداق سب سے کٹ

کرisolateہوناہوگااور اس کے لئے ذہناً تیار رہناہو گاکہ ؎

کیا ڈر ہے کہ اگر ساری خدائی ہے مخالف
کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے!

اگر ہم اللہ کی طرف رجوع کریں' ﴿ یٰاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا ﴾ کے مصداق توبہ اور انابت کا راستہ اختیار کریں اور اس طرح اللہ کے ساتھ اپنے تعلق کو مضبوط کرلیں تو واقعتاً اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہو گی۔

● شریعت اسلامی کے عملی نفاذ کے عمل کو تیز رفتاری سے بروئے کار لایا جائے۔ اس ضمن میں اسلامی نظریاتی کونسل کے ذریعے بہت کام ہوا ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل اتنے عرصے سے کام کر رہی ہے اور اس پر کروڑوں روپے خرچ ہو چکے ہیں۔ اس میں تمام مکاتب فکر کے چوٹی کے علماء شریک رہے ہیں اور انہوں نے خاصا کام کیا ہے جو سفارشات کی صورت میں موجود ہے۔ صرف اس کے نفاذ کا مرحلہ باقی ہے۔ اسی طرح نواز شریف صاحب کے پہلے دورِ حکومت کے دوران مولانا عبدالستار نیازی وزیر امورِ مذہبی تھے۔ انہوں نے اس دور میں بہت سی کمیٹیاں بنائیں' جن میں تمام فرقوں اور مسلکوں کو نمائندگی دے کر بہت سی سفارشات تیار کرائیں کہ پولیس میں اصلاحات اس طرح ہوں گی' عدلیہ میں اس طرح ہوں گی' وغیرہ وغیرہ۔ سارا کام کیا ہوا ہے' مسئلہ صرف یہ ہے کہ اس کو نافذ کیا جائے۔

● اندرونی اور بیرونی طور پر سود کو فوراً ختم کیا جائے' اس لئے کہ ہماری معیشت اس کے بغیر مستحکم ہو ہی نہیں سکتی' چاہے ہم کتنا ہی زور لگالیں' چاہے ورلڈ بینک سے شوکت عزیز صاحب آجائیں یا معین قریشی آجائیں۔ ہمارے بجٹ کا سب سے بڑا حصہ تو سود میں نکل جاتا ہے' لہٰذا بات آگے کیسے بڑھے گی۔ چنانچہ اگر آپ کو بحالی معیشت کے لئے قدم اٹھانا ہے تو سود کا خاتمہ لازمی ہے' اس کو ختم کر کے ہی آپ اپنے بجٹ کو کچھ نہ کچھ متوازن کر کے ملکی معیشت کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر سکتے ہیں۔ اس ضمن میں اندرونی طور پر تو کوئی رکاٹ ہے ہی نہیں۔ بیرونی طور پر لوگوں کے ذہنوں میں ایک بات آتی ہو گی کہ ہم نے دوسرے ملکوں سے سودی معاہدے کئے ہوئے ہیں' ہم یک طرفہ

(unilateral) طور پر تو ان کو ختم نہیں کر سکتے' لہٰذا ہمیں ان معاہدوں کی پابندی کرنی پڑے گی۔ مَیں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ ہمارے ساتھ F-16 طیاروں کا جو معاملہ ہوا وہ کون سے اصول کے تحت ہوا؟ وہ معاملہ یک طرفہ تھا کہ نہیں؟ کیا ہمارے ساتھ طیاروں کی فروخت کا معاہدہ نہیں ہوا تھا؟ پھر ہم نے تو ان کے پیسے بھی ادا کر دیئے تھے۔ یہ تو بیع سلم ہے اور ہماری شریعت کی رو سے اس کی پابندی تو فرض عین کے درجے میں ہے' لیکن یہ کہ ہمارے خلاف یک طرفہ فیصلہ کیا گیا۔ ہمارے پیسے بھی روک لئے گئے' ہمارے جہاز جو اصولی طور پر ہمارے ہو چکے تھے وہ deliver نہیں کئے جا رہے تھے' اس بناء پر ان کے ہینگرز میں کھڑے تھے تو ہم سے ان کے کرائے کا مطالبہ بھی کیا جا رہا تھا' اور ڈیمرج بھی طلب کیا جا رہا تھا۔ کیا یہ دو طرفہ (bilateral) معاملہ تھا؟ ان کے ایک سینیٹر پریسلر نے سینٹ سے ایک ترمیم منظور کروائی جس کی بنیاد پر یہ سارا معاملہ یک طرفہ طور پر کیا گیا کہ کیا کریں جی' ہمارے سینیٹر نے یہ ترمیم منظور کرالی ہے! ہم ان سے ڈنکے کی چوٹ کہہ سکتے ہیں کہ سودی لین دین ہمارے اللہ نے حرام کیا ہوا ہے۔ اور اب تو ہماری سپریم کورٹ کا شریعت اپیلیٹ بینچ یہ فیصلہ کر چکا ہے' لہٰذا ہم سود نہیں دے سکتے' یہ حرام ہے' باقی رہا اصل قرضہ تو وہ ہم اپنی سہولت سے دیں گے' یا یہ کہ Debt-Equity Swap جیسے معاملات دنیا میں ہوتے ہیں' اس کی بہت سی شکلیں ہو سکتی ہیں' یہ ٹیکنیکل ایشو ہے' لیکن اس کی ایک شکل جو ہم کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم سے پاکستانی کرنسی میں اپنا قرض واپس لیجئے' اسے یہاں invest کیجئے' پھر جو نفع ہو اسے آپ ڈالر میں لے جائیں' اس کی ہم اجازت دیں گے' تاکہ ہماری معیشت کو بھی تو کوئی نہ کوئی سپورٹ ملے۔ بہرحال اندرونی اور بیرونی قرضوں پر سود کی ادائیگی فی الفور ختم کی جائے۔

۵ بیرونی اعتبار سے چین کی طرف سے دوستی کی پیشکش کا خیر مقدم کیا جائے۔ ابھی کل جنگ کی خبر تھی کہ آئندہ چند مہینوں میں چائنا کے مختلف وفود پاکستان آنے والے ہیں۔ کلنٹن کے حالیہ دورۂ بھارت کا جو انداز رہا ہے اس پر چین نے اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے کہ یہ کہیں اس کے خلاف کوئی گٹھ جوڑ تو نہیں ہو رہا۔ کلنٹن نے بھارت کے ساتھ دوستی اور خیر سگالی کے جذبات جس طرح ظاہر کئے ہیں کہ وہاں ہولی بھی کھیلی ہے'

راجستھانی عورتوں کے ساتھ ناچ بھی ناچا ہے اور وہاں کی پارلیمنٹ میں بھیگی بلی بنے رہے ہیں' یہ جو کیفیت ہے چائنا نے اس کا نوٹس لیا ہے۔ اور چائنا کی طرف سے رد عمل کا اظہار ہمارے لئے فوری طور پر خوش آئند ہے۔ بلکہ مجھے ایک صاحب نے بتایا ہے کہ چینی حکومت کے کسی اعلیٰ عہدیدار نے کہا ہے کہ ہم پاکستان کے ساتھ دفاعی معاہدہ کرنے کیلئے بھی تیار ہیں۔ اگر یہ بات کہی گئی ہے تو ہمیں آگے بڑھ کر چین کا ہاتھ تھامنا چاہئے اور فوری طور پر یہ کام کرنا چاہئے۔ یہ دنیوی اعتبار سے بظاہر ایک سہارا ہے' اگرچہ یہ سہارا بھی ہمیشہ نہیں رہے گا' اسلئے کہ آپ کو معلوم ہے کہ ماضی قریب میں روس اور چین نے چیچنیا کے معاملے میں ایک دوسرے سے معانقہ کر کے پوری دنیا کو یہ اعلان سنایا ہے کہ ہمارے اندرونی معاملات میں اگر کسی نے دخل دیا تو ہم ایٹمی ہتھیار استعمال کریں گے۔ مَیں نے تو وہ منظر بی بی سی کے پروگرام میں ٹی وی پر دیکھ لیا تھا' واقعتاً دو ریچھ نظر آ رہے تھے جو ایک دوسرے کے ساتھ گلے مل رہے ہوں۔ ایک طرف بورس یلسن تھے' جن سے ویسے تو چلا بھی نہیں جا رہا تھا' لڑکھڑا بھی رہے تھے' لیکن اتنا لمبا سفر کر کے بیجنگ آئے تھے۔ دوسری طرف چیانگ زیمن تھے۔ ان دو ریچھوں نے اعلان کر دیا تھا کہ چیچنیا کا معاملہ روس کا داخلی معاملہ ہے اور اس میں مداخلت کی صورت میں کھلم کھلا ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال کی دھمکی دی تھی۔ اور اب چائنا اور روس کا ایک اور نیا معاہدہ طالبان کے خلاف ہوا ہے۔ اسلئے کہ ان دونوں کو مسلمانوں کی احیائی تحریکوں سے شدید خطرہ ہے۔ تقریباً پانچ کروڑ مسلمان سنکیانگ کے اندر آباد ہیں اور وہاں بھی احیائی تحریک اُٹھ رہی ہے۔ آج پوری دنیا میں احیائی تحریکیں ہیں تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہاں نہ ہو؟ کیونکہ آج تو کہیں آہنی پردہ موجود نہیں ہے۔ سنکیانگ کے طلبہ یہاں تعلیم حاصل کرنے آئے تھے' لیکن پاکستان کی حکومت نے ان کو بالجبر چینی حکومت کے حوالے کیا اور ان کو جاتے ہی گولی مار دی گئی۔ چین اس کو برداشت نہیں کر سکتا۔ افغانستان کی ایک انگلی واخان کی پٹی کی صورت میں عین چین کی سرحد پر رکھی ہوئی ہے' جو کہ سنکیانگ کے اوپر مس کر رہی ہے۔ لہٰذا وہ تو دور کی سوچتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ چین کے ساتھ بھی ہمارا کوئی پائیدار اتحاد ممکن نہیں ہے' تاہم وقتی طور پر جو بھی ممکن ہو اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

❻ طالبان سے نہ صرف مکمل یک جہتی ہو بلکہ پاکستان اور افغانستان کا کنفیڈریشن عمل میں آئے' جس پر میں پہلے بھی گفتگو کر چکا ہوں۔ یہ ہمارے لئے بہت ضروری ہے۔

❼ ایران سے جتنی بھی ممکن ہو مفاہمت اور understanding بڑھائی جائے۔ اس ضمن میں ایران کا جو مطالبہ رہا ہے' جسے ہم نے اب پورا کیا ہے' میں اس کی تائید کرتا ہوں کہ اس کا تیل اگر پائپ لائن کے ذریعے پاکستان سے گزر کر بھارت جاتا ہے تو ہمیں اس کے مفاد کی راہ میں رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہئے۔ آخر ایران ہمارا دوست ہے۔ بالآخر ہم تینوں ملک پاکستان' ایران اور افغانستان مل کر ہی درحقیقت نیو ورلڈ آرڈر کی یلغار کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہی وہ آخری چٹان ہے جو اس یلغار کے مقابلے میں کھڑی ہو سکتی ہے۔

❽ عالمی مالیاتی اداروں اور مغربی ممالک کی طرف سے عائد کی جانے والی پابندیوں کے لئے پوری طرح تیار ہو جائیں۔ قرآن حکیم نے ہمیں پہلے ہی سے آگاہ کر دیا ہے :

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ○ ﴾ (البقرة : ۱۵۵)

"ہم انہیں لازماً آزما کر رہیں گے کسی قدر خوف اور بھوک سے' اور مال' جان کے نقصان اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے۔ اور (اے نبیؐ) صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیں۔"

اگر یہ راستہ اختیار کیا تو یہ وقت آئے گا اور فوراً آئے گا۔ ہمیں اپنے کمربند کسنے پڑیں گے' اپنی بیلٹ تنگ کرنی پڑے گی' دو وقت کی بجائے ایک وقت کھانے پر گزارا کرنا پڑے گا۔ جیسے ہمارے ایک سابق وزیراعظم نے کہا تھا کہ ہم گھاس کھالیں گے' لیکن ایٹم بم بنائیں گے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ایٹم بم تو گھاس کھائے بغیر ہی بن گیا' اس کی نوبت نہیں آئی' جو بھی خارجی حالات رہے' افغان جہاد میں پاکستان کے کردار کے باعث امریکہ نے چشم پوشی کئے رکھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ وہ کام ہو گیا' لیکن ظاہر بات ہے کہ اگر ہم یہ راستہ اختیار کرتے ہیں تو وہ چیلنج جو ۱۹۴۷ء میں صرف بالقوۃ (in potential) تھا اب ایک

حقیقی چیلنج ہو گا۔ للذا ہمیں مغربی طاقتوں کی یلغار کے لئے اور ان کی پابندیوں کے لئے تیار رہنا ہو گا۔

❾ نیو کلیئر پروگرام کو نہ صرف یہ کہ برقرار رکھا جائے بلکہ جتنا بھی ممکن ہو مزید develop کیا جائے۔ حکمِ خداوندی ہے : ﴿ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ... ﴾

❿ اپنی اس نیو کلیائی صلاحیت کو دیگر مسلمان ممالک کے ہاتھ فروخت کیا جائے۔ کسی مسلمان ملک کو اللہ نے تیل دیا ہے تو ہم اس سے تیل خریدنے پر مجبور ہیں' اسی طرح اگر اللہ نے ہمیں یہ صلاحیت دی ہے تو ہمیں اس سے بھرپور فائدہ اٹھانے کا حق حاصل ہے۔ یہ ہیں اس راستے کے دس نشانات۔ پہلے راستے کے دس نشانات بھی میں آپ کے سامنے رکھ چکا ہوں۔

یا چناں کن یا چنیں!

دیکھئے! ان دو راستوں میں سے پہلا راستہ بہت آسان ہے' تن آسانی پر مبنی ہے۔ ان کی بات مان لی جائے تو وہ کچھ نہ کچھ مدد جاری رکھیں گے' ان کا تعاون ہمیں حاصل رہے گا۔ دوسرا راستہ بہت کٹھن' بہت مشکل اور صبر آزما ہے۔ بلکہ علامہ اقبال نے اسلام کے سماجی نظام کے بارے میں جو الفاظ کہے ہیں کہ ؏ "حافظِ ناموسِ زن' مرد آزما' مرد آفریں!" ان کے مصداق یہ مردانگی کے امتحان کا معاملہ ہے۔ اس کو میں جدید اور عام اصطلاحات کے حوالے سے عرض کروں گا۔ پہلے راستے کو اگر ہم حقیقت پسندی (realism) اور واقعیت پسندی (pragmatism) کا نام دے لیں تو دوسرے راستے کو ہم "idealism" کہیں گے' اس لئے کہ مملکت خداداد پاکستان ایک نظریاتی ریاست (idealogical state) ہے۔ اور وہ چیزیں کہ جو ہمارے سامنے ہیں' جو ہمیں اختیار کرنی ہیں' وہ بھی ہمارے ideas اور ideals کے اعتبار سے ہیں۔

اس حوالے سے دنیا میں ہمیشہ دو فلسفے رہے ہیں' ایک فلسفہ یہ ہے کہ ؏ "چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی!" یا بالفاظ دیگر ؏ "زمانہ باتو نسازد تو بازمانہ بساز!" یعنی اگر

زمانہ تمہارے ساتھ سازگاری اختیار نہیں کرتا تو تم زمانے کے ساتھ سازگاری اختیار کر لو۔ امریکہ نے آنکھیں پھیرلی ہیں تو تم اُدھر کے ہو جاؤ جدھر امریکہ چاہتا ہے۔ ابھی تک اس کے گھڑے کی مچھلی بنے ہوئے تھے' اب بھی اس کے گھڑے کی مچھلی بنے رہو۔ اور جو کچھ وہ چاہتا ہے کہ بھارت کے سامنے سر جھکا دو' اس کے مال کے لئے اپنی منڈیاں کھول دو اور ایک دس گنا بڑے نیپال کی حیثیت اختیار کر لو' اس میں آسانی بھی ہے اور آسودگی بھی۔ دوسرا راستہ یہ ہے کہ "زمانہ باتو نسازد تو بازمانہ ستیز!" کہ اگر زمانہ تم سے سازگاری نہیں کرتا تو تم زمانے سے لڑو! ؎

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اُونچا اڑانے کے لئے!

دیکھئے! اس وقت ہمارے ہاں جتنے دانش ور ہیں' جو حقیقت پسند (Realist) اور واقعیت پسند ہیں' حالات کو دیکھتے ہیں اور حالات کے تقاضوں کے مطابق مشورہ دیتے ہیں' وہ ٹی وی کے دانش ور ہوں' کالم نویس ہوں' صحافی ہوں یا ہماری عام سیاسی پارٹیوں سے وابستہ افراد ہوں' وہ تو اسی Realism کی طرف جا رہے ہیں اور پوری قوم کو اسی کا سبق پڑھا رہے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ان کی باتوں میں وزن ہے' وہ کوئی ہوائی باتیں نہیں کر رہے' حقائق بیان کر رہے ہیں۔ واقعیت پسندی کا تقاضا یہی ہے جو میں نے پہلا راستہ بیان کیا ہے۔ اور یہ جو دوسرا راستہ ہے یہ Idealism ہے' جو بالکل دوسری شے ہے' اس کا تعلق نہ صرف ہمارے دین سے اور ہماری آخرت سے ہے بلکہ اس کا تعلق پاکستان کے ماضی سے ہے' پاکستان کے Genesis سے ہے' ان پیشین گوئیوں سے ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ نے کی ہیں۔

زمینی حقائق

جہاں تک زمینی حقائق کا تعلق ہے وہ بالکل برعکس ہیں۔

(۱) بھارت بہت بڑا ملک ہے۔ ہم بمشکل اس کا آٹھواں حصہ ہوں گے' بلکہ شاید آپ کے علم میں نہ ہو کہ بھارت کی صرف ایک ریاست U.P جس کے initial نہیں

بدلے' پہلے United Provinces کہلاتے تھے' اب وہ اتر پردیش ہے' یہ آبادی کے لحاظ سے تقریباً پورے پاکستان کے برابر ہے' اگرچہ رقبہ پاکستان کا بڑا ہے' لیکن اصلاً آپ بھارت کی ایک ریاست کے مساوی ہیں۔

(۲) بھارت کی سیاست نہایت مستحکم ہے۔ ہماری سیاست کی گاڑی تو ہچکولے کھاتی ہوئی چلی ہے۔ شروع میں پنڈت نہرو نے طنز کیا تھا کہ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ پاکستان سے بات کرو' لیکن میں کس سے بات کروں؟ میں ایک ہفتے میں اتنے کپڑے نہیں بدلتا جتنی وہاں وزارتیں بدل جاتی ہیں۔ یہ کس قدر گہرا طنز ہے! یہ وہ دور تھا کہ کبھی محمد علی بوگرا وزیراعظم بنا دیئے گئے تو کبھی چوہدری محمد علی صاحب آ گئے۔ کبھی پنجاب سے کوئی وزیراعظم آ گئے تو کبھی کوئی بنگالی وزیراعظم امریکہ سے درآمد کر لئے گئے' جنہیں کوئی جانتا تک نہیں تھا کہ وہ وزیراعظم ہوں گے۔ ہمارے ہاں تو یہ کھیل کھیلے جاتے رہے ہیں۔ اس کے بعد مارشل لاء آیا' پھر بیوروکریسی' سیاست دان اور وڈیرے آ گئے' وہ ہٹے تو پھر مارشل لاء آ گیا۔ ہمارے ہاں کوئی مستحکم سیاست ہے ہی نہیں۔

(۳) صرف سیاست ہی کیا انڈیا کے سارے ادارے نہایت مستحکم ہیں۔ عدلیہ' پریس' ذرائع ابلاغ اور سیاسی پارٹیاں نہایت مستحکم ہیں۔ ہمارے ہاں کوئی ادارہ بچا ہی نہیں' سب کے سب شکست و ریخت کا شکار ہیں اور ختم ہو چکے ہیں۔

(۴) بھارت کی معیشت نہایت مستحکم ہے۔ اس سلسلے میں مَیں آپ کو یاد دلاتا ہوں' آج سے پانچ چھ سال پرانی بات ہے' جنرل اسلم بیگ صاحب جو ہمارے آرمی چیف بھی رہے ہیں' انہوں نے آواری ہوٹل میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا: مقبوضہ کشمیر میں قابض بھارتی فوج پانچ لاکھ ہے' اور میں ٹیکنیکلی یہ جانتا ہوں' مجھے فوجی امور کا جو بھی علم ہے مَیں اس کی بناء پر یہ جانتا ہوں کہ جب اتنی بڑی فوج کسی جگہ پر قبضے کے سلسلے میں مصروف ہو جائے تو ملک بیٹھ جاتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں' اس لئے کہ کوئی ملک معاشی اعتبار سے اتنا بوجھ برداشت نہیں کر سکتا۔ گویا انہوں نے نوید سنائی تھی کہ ہندوستان کے ٹکڑے ہوا چاہتے ہیں۔ اس بات کو کئی سال بیت چکے ہیں' فوج پانچ لاکھ کی بجائے سات لاکھ ہو چکی ہے' لیکن ٹوٹ پھوٹ کے کہیں کوئی آثار نہیں۔ ان کی

قوتِ ارادی مضبوط ہے۔ ہمارے لال بجھکڑ جو ہیں ان سب کی باتیں اور اندازے غلط ثابت ہو رہے ہیں۔ یہ ہمیشہ یہی کہتے رہے ہیں کہ اب ہندوستان کے ٹکڑے ہوئے کہ ہوئے' لیکن آج تک تو وہاں اس کی کوئی شکل پیدا نہیں ہوئی۔ وہاں پر ہر چیز دستوری طور پر طے ہو جاتی ہے۔ اس کی معیشت پر اس قدر بڑا بوجھ ہے کہ سات لاکھ فوج کشمیر میں پڑاؤ ڈالے ہوئے ہے اور اس کی معیشت اس کو برداشت کر رہی ہے۔

⑤ ہم اس پر بڑا فخر کرتے ہیں کہ ہمارے پاس ایٹمی صلاحیت موجود ہے' لیکن بھارت اس میدان میں آپ سے چوتھائی صدی آگے ہے۔ اس نے پہلا ایٹمی دھماکہ ۱۹۷۴ء میں کیا تھا۔ آپ نے تو اس کے چوبیس برس بعد ۱۹۹۸ء میں پہلا دھماکہ کیا ہے' جبکہ اس نے دوسرا دھماکہ کیا ہے۔ چنانچہ اس اعتبار سے بھی بھارت آپ سے بہت آگے ہے۔

⑥ تہذیبی اعتبار سے وہ پوری دنیا کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ وہی سیکولرزم' لبرلزم' وہی آزاد سوسائٹی' وہی اباحیت پسندی (Permissivie Hedonism)' بے پردگی' عریانی و فحاشی۔ ان کی تو ہر شے وہی ہے' لہٰذا انہیں تو آپس میں مغائرت کا کوئی احساس ہی نہیں ہوتا۔ کلنٹن صاحب آئے ہیں تو ایسے محسوس ہوا جیسے اپنے گھر میں گھوم رہے ہوں۔ تہذیبی اور ثقافتی اعتبار سے ان میں کوئی خاص فرق ہی نہیں۔ پھر جاگیرداری کا انہوں نے پہلے دن ہی خاتمہ کر دیا تھا' اور ان کی سیاست کے استحکام کا یہی راز ہے۔

⑦ بھارت میں صوبوں کی تشکیل نو کی جا چکی ہے' جبکہ ہمارے ہاں صوبہ پرستی کی لعنت موجود ہے۔ تقسیم ہند کے بعد وہاں کتنے ہی نئے صوبے بنے ہیں! جو بھی حالات کا تقاضا ہے اس کے مطابق صوبے تقسیم ہوئے ہیں۔ ہم ۱۹۴۷ء میں جو مشرقی پنجاب چھوڑ کر آئے تھے وہ اس مغربی پنجاب سے جو پاکستان میں آیا ہے' چھوٹا تھا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ شاید پنجاب کے ۳۱ اضلاع ہوتے تھے' جن میں سے ۱۷ مغربی پنجاب میں آئے تھے اور ۱۴ ہندوستانی پنجاب میں گئے تھے۔ وہاں ان چودہ' اضلاع کی تین ریاستیں بن چکی ہیں' ہماچل پردیش' پنجاب اور ہریانہ' جبکہ ہمارے ہاں تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید صوبہ آسمان سے نازل ہوا ہے۔ آج بھی ہماری حکومت کو ضلعی حکومت لانے کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ دیکھئے' یہ کبھی نہ سمجھے گا کہ صوبائی خودمختاری میں دخل اندازی ہو گی' صوبے کی پرستش

جوں کی توں برقرار رہے گی۔

حقیقت پسندی کا تقاضا اور اس کا انجام

ان حالات میں حقیقت پسندی اور واقعیت پسندی کا تقاضا واقعتاً یہی ہے کہ پہلا راستہ اختیار کر لیا جائے۔ یعنی امریکہ اور بھارت کے سامنے سر جھکا دیا جائے' اپنے ماضی اور کشمیر کو فراموش کر دیا جائے۔ یہ خیال کہ ہمارے کاندھوں پر کوئی خدائی مشن کی تکمیل کی ذمہ داری ہے' ذہن سے نکال دیا جائے۔ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی خدائی تدبیر کے اندر پاکستان کی کوئی حیثیت ہے' ان سب چیزوں کو بھی بھلا دیا جائے۔ زمینی حقائق' واقعیت پسندی اور realism کو سامنے رکھیں گے تو یہ راستہ سامنے آئے گا۔ لیکن اس کا منطقی نتیجہ کیا ہو گا؟ ــــ کہ ابتداءً پاکستان معنوی طور پر ختم ہو جائے گا اور کچھ ہی عرصے کے بعد یہ دنیا کے نقشے سے بھی ختم ہو جائے گا' اس لئے کہ بھارت کے سامنے سر جھکا دینے کا مطلب ہی یہ ہے کہ ان کا جو اکھنڈ بھارت کا خواب ہے اس کے لئے ہم نے لائن کلیئر دے دی ہے۔ اس راستے پر چلنے کا منطقی نتیجہ یہی نکلے گا۔ اس لئے کہ ان کا معین ہدف (declared goal) ہی یہ ہے اور یہ چیز انہوں نے خفیہ نہیں رکھی ہے' بلکہ راشٹریہ سیوک سنگھ (R.S.S)' بھارتیہ جنتا پارٹی (B.J.P) اور وشوا ہندو پریشد (V.H.P) یہ سب گروپ اسی مقصد کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ان کا اس پر ایمان ہے کہ مہابھارت کی "پوتر" (پاک) سرزمین کو اسلام اور مسلمانوں کے "ناپاک" وجود سے ختم کرنا ہے۔

ان دو راستوں میں سے ایک کا انتخاب ہمارے لئے ایسا ہی ہے جیسے کبھی ٹیپو سلطان نے کہا تھا کہ "گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے"۔ پاکستان اگر اس دوسرے راستے کو اختیار کرے تو شاید نہیں بلکہ واقعتاً اللہ کی مدد آئے گی' لیکن اس وقت ہمارے ہاں جو صورتِ حال ہے اس اعتبار سے مَیں چاہتا ہوں کہ حقیقت پسند ہو کر بات کروں۔

اس وقت اس ملک میں اس دوسرے راستے پر چلنے کے کوئی آثار موجود نہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کے سیاسی ' ریاستی 'نوکر شاہی اور ملٹری کے ایلیٹ طبقات اس راستے کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہیں۔ یہ لوگ مغربی تہذیب اور مغربی نظریات کے دلدادہ ہیں۔ ان کا اٹھنا بیٹھنا' رہن سہن ' طور اطوار اور عادات ' غرض ہر شے مغربی تہذیب کے اندر رنگی ہوئی ہے۔ لہٰذا یہاں کوئی بھی عام سیاسی حکومت اس راستے کو اختیار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔ مَیں تو ایک اصولی بات کہہ رہا ہوں کہ جب تک کہ کسی انقلابی عمل کے ذریعے سے انقلابی قیادت سامنے نہیں آتی یہ راستہ اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ عزیمت و حکمت کا راستہ ہے' یہ " ہرچہ باداباد" والا راستہ ہے۔ یہ راستہ ہے کہ جس پر چلنے والوں کو قرآن حکیم ﴿ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴾ کی بشارت دیتا ہے۔ اس راستے پر چلنے کے لئے قوم کو تیار کیا جانا ضروری ہے۔

دوسرے یہ کہ دینی اور مذہبی جماعتوں میں سے بھی کوئی اس راستے کی طرف آنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ وہ اپنے مذہبی اور فروعی اختلافات نہیں چھوڑ سکتے ' اپنے فرقہ وارانہ مزاج کے خول سے باہر نہیں آسکتے ' یا "بَغْيًا بَيْنَهُمْ" کے مصداق اپنی بالادستی اور چودھراہٹ سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی متحدہ محاذ نہیں بن سکتا۔ ابھی جماعت اسلامی نے ایک بڑی کانفرنس کی تھی' اخبارات میں بھی اس کی خبریں آئیں اور تصویریں چھپیں' لیکن انہوں نے کہا کہ یہ کوئی اتحاد کا معاملہ نہیں' اتحاد کا کوئی سوال نہیں۔ گویا اس کی طرف تو کوئی قدم اٹھانا ہی نہیں' اس لئے کہ پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی قیادت کس کے پاس ہو گی؟

ہم اور ہمارا کام

رہ گئے ہم تو ہماری کوئی حیثیت نہیں ' من آنم کہ من دانم۔ ہماری عددی قوت بھی معتدبہ نہیں اور تاحال ہماری کوئی سیاسی حیثیت بھی نہیں ہے۔ لیکن ان حالات میں بھی ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اسی راستے کی طرف دعوت دیتے رہیں گے اور اسی کا ڈھنڈورا پیٹیں گے جسے ہم نے حق سمجھا ہے۔ سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۱۵ میں فرمایا گیا ہے :

﴿ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ

اٰمَنْتُ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ کِتَابٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُمْ ۖ ﴾

"پس اب تم اسی کی دعوت دیتے رہو' اور جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے اس پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ۔ اور ان لوگوں کی خواہشات کا اتباع نہ کرو' اور ان سے کہہ دو کہ اللہ نے جو بھی کتاب نازل کی ہے میں اس پر ایمان لایا اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔"

اس نظامِ عدل و قسط کو قائم کرنے کے لئے' جس کا دوسرا نام خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہے' ہم نے اسی کی دعوت دیتے چلے جانا ہے' چاہے اس کے اثرات ظاہر ہوں یا نہ ہوں' کوئی response ہمیں ملے یا نہ ملے۔ اس لئے کہ دو باتیں جان لیجئے کہ اس ضمن میں اصل چیز ہمارا احساسِ فرض ہے۔ ہمارا کوئی calculating mind نہیں ہے۔ ٹھیک ہے' حضور ﷺ کی دی ہوئی پیشین گوئیاں ہیں' ان سے بھی ہم ہمت حاصل کرتے ہیں کہ یہ کام بالآخر ہونا ہے۔ یہ چیز اپنی جگہ مسلم ہے' لیکن ہمارا جو جذبہ محرکہ ہے وہ درحقیقت صرف ہمارا احساس فرض ہے' فرائض دینی کا جامع تصور ہے جسے ہم نے قرآن و سُنّت اور سیرت سے واضح کیا ہے اور مطالعہ قرآن حکیم کے منتخب نصاب کے ذریعے اسے پوری دنیا میں عام کیا ہے۔ ہم تو اسی احساسِ فرض کے تحت یہ کام کرتے ہیں۔ بہت سے نبی دنیا میں دعوت دیتے دیتے اس حال میں چلے گئے کہ انہیں کوئی response نہیں ملا۔ بعض لوگوں نے تو ادبی رنگ میں یہاں تک الفاظ استعمال کر لئے کہ ان کے ساتھ ان کا سایہ بھی نہیں آیا' حالانکہ ایسا تو نہیں ہوا ہے' ہر نبی کے ساتھ کچھ نہ کچھ لوگ تو ضرور آئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

((مَا مِنْ نَّبِیٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِیْ اُمَّةٍ قَبْلِیْ اِلاَّ کَانَ لَهٗ مِنْ اُمَّتِهٖ حَوَارِیُّوْنَ وَاَصْحَابٌ . . .)) (رواہ مسلم)

"کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جسے اللہ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں مبعوث کیا ہو' مگر یہ کہ اس کے لئے اس کی امت میں سے کچھ (لوگ نکلتے تھے جو اس کے) حواری اور اصحاب ہوتے تھے . . ."

تو کچھ نہ کچھ ساتھی تو ہر نبی کے ساتھ ضرور ہوئے ہیں' خواہ بارہ تیرہ ہوں یا ستر بہتّر' لیکن

چونکہ انہیں فیصلہ کن طاقت حاصل نہ ہو سکی لہٰذا دنیوی اعتبار سے وہ ناکام چلے گئے' لیکن حقیقت میں یہ ناکامی نہیں ہے' یہ سب سے بڑی کامیابی ہے۔ چنانچہ ہم تو یہ کام کرتے رہیں گے۔ اور اس ضمن میں جو دینی جماعتیں ہیں ان کے لئے ہمارا وہی قول رہے گا جو سورۃ الشوریٰ کی پندرہویں آیت کا دوسرا حصہ ہے :

﴿ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾

"اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے' ہمارے لئے ہمارے اعمال اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ ہمارے درمیان کسی حجت بازی (یعنی دلیل بازی' بحث و نزاع' مناظرے اور مجادلے) کی کوئی ضرورت نہیں۔ اللہ ہمیں جمع کر دے گا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔"

اگر ہم جمع نہیں ہوں گے تو ہماری محنتیں کہیں جمع ہو جائیں گی' نتیجہ خیز ہو جائیں گی' اور نہیں تو ایک دن اللہ کی عدالت میں جا کر تو جمع ہونا ہی ہے۔ سب نے وہاں جا کر کھڑے ہونا ہے۔ وہاں پتا چل جائے گا کہ کون کیا ہے؟ کون کتنے پانی میں تھا؟ کون صحیح تھا اور کون غلط تھا!

سورۃ الشوریٰ کی متذکرہ بالا آیت (نمبر۱۵) ہمارا ماٹو ہے کہ اقامت دین کی جدوجہد کے لئے دعوت دیتے رہو' تمہیں اسی کا حکم ہوا ہے' اس پر جمے رہو' ڈٹے رہو' کسی کی خواہشات کی پیروی مت کرو' ڈنکے کی چوٹ کہہ دو کہ ہمارا ایمان اس کتاب پر ہے جو اللہ نے ہم پر نازل کی ہے اور ہم تو اللہ کے نظام عدل و قسط کو قائم کرنے کے لئے تن من دھن لگاتے رہیں گے کہ جس کا نام "نظامِ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ" ہے۔

ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اچانک بھی راستے کھول دیتا ہے۔ دیکھئے حضور ﷺ کا معاملہ انبیاء و رسل کی پوری تاریخ میں منفرد ہے کہ تقریباً بیس برس میں جزیرہ نمائے عرب میں انقلاب کی تکمیل ہو گئی۔ ویسے حضور ﷺ کی انقلابی جدوجہد کے ۲۳ برس شمار ہوتے ہیں' لیکن جب مکہ فتح ہو گیا' حنین کی بھی فتح ہو گئی اور طائف نے بھی surrender کر دیا تو اب غلبہ تو حاصل ہو گیا۔ یہ بیس برس بنتے ہیں۔ ان میں سے بھی

دس برس وہ ہیں جن میں بمشکل سوا سو یا ڈیڑھ سو آدمی ایمان لائے۔ آپ ذرا سیرت نبویؐ کا مطالعہ کیجئے۔ ۱۰ نبوی میں یعنی ہجرت کے اڑھائی تین سال پہلے کے حالات دیکھئے' کہیں سے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی' مایوسی ہی مایوسی ہے۔ مکے سے مایوس ہو کر آپؐ طائف گئے اور طائف میں جو کچھ ہوا وہ آپ کو معلوم ہے۔ حضور ﷺ پر ذاتی طور پر مکّہ میں دس برس کے دوران وہ تشدد نہیں ہوا جو طائف میں ایک دن میں ہو گیا۔ واپس آئے تو ایک مشرک کی امان لے کر مکے میں داخل ہوئے۔ اس کے بعد اللہ نے ایک کھڑکی کھول دی۔ مدینہ منورہ میں ابھی آپؐ کا ورود بھی نہیں ہوا' قدم مبارک بھی نہیں پہنچے کہ وہاں اسلام کی دعوت پھیل گئی۔ جس سال طائف میں انتہائی مایوسی کا سامنا کرنا پڑا اور زبان مبارک سے یہ فریاد نکلی ((اَللّٰھُمَّ اِلَیْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِیْ وَ قِلَّةَ حِیْلَتِیْ وَ ھَوَانِیْ عَلَی النَّاسِ)) "اے اللہ! میں اپنی قوت کی کمی' وسائل کی قلت اور لوگوں کے سامنے اپنی کمزوری کی تجھی سے فریاد کرتا ہوں۔" اسی سال مدینہ سے آنے والے چھ آدمی ایمان لے آئے۔ اگلے سال بارہ آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور انہوں نے کہا کہ ہمیں کوئی آدمی دیجئے جو ہمیں قرآن پڑھائے۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا صحابی بھیج دیئے گئے۔ اس ایک سال میں ۷۲ مرد اور تین خواتین آگئیں اور بیعت عقبہ ثانیہ ہو گئی اور ہجرتِ مدینہ کا راستہ کھل گیا' جو حضور ﷺ کے سان گمان میں بھی نہیں تھا۔ حضور ﷺ نے متبادل مرکز (Alternate Base) طائف سوچا تھا' مدینہ نہیں' لیکن یہ اللہ کی طرف سے ہو گیا۔

نبی اکرم ﷺ کی انقلابی جدوجہد کے ضمن میں آج ایک نکتہ آپ کو بتا رہا ہوں۔ فرض کیجئے مدینے کی کھڑکی نہ کھلتی تو حضور ﷺ کیا کرتے؟ کیا آپ اپنے مشن کو چھوڑ بیٹھتے؟ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ! آپ کو معلوم ہے کہ قریش کا آخری وفد جو ابو طالب کے پاس آیا تھا جبکہ ابو طالب کی ہمت بھی جواب دے گئی' اس وقت قریش نے آخری چیلنج دیا تھا کہ "ابو طالب! اب ہمارے صبر کی انتہا ہو گئی ہے' اب یا تو تم اپنے بھتیجے کا ساتھ چھوڑ دو' جو تحفظ تم نے اسے دے رکھا ہے اس سے دست کش ہو جاؤ' یا میدان میں آؤ' اب فیصلہ کن معاملہ ہو گا۔" اس پر ابو طالب نے حضور ﷺ کو بلا کر کہا تھا کہ "بھتیجے! مجھ پر اتنا بوجھ نہ

ڈالو کہ میں برداشت نہ کر سکوں۔" آپ کو معلوم ہے حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے کہ دنیوی اعتبار سے ایک ہی سہارا تھا' وہ بھی ساتھ چھوڑ گیا' اس کی ہمت بھی جواب دے گئی' لیکن آپؐ نے فیصلہ کن انداز میں جواب دیا تھا : "چچا جان! اب یا تو میری بات پوری ہو گی' یا مَیں اسی میں اپنے آپ کو ہلاک کر لوں گا' میری استقامت میں کوئی کمی نہیں آ سکتی!" چنانچہ اگر بالفرض مدینے کی کھڑکی نہ کھلتی تو آپؐ مکے ہی کے اندر کوئی مزاحمتی تحریک برپا کرتے۔ یہی ہوتا کہ وقت زیادہ لگتا' لیکن آپؐ نے اپنے مشن کو تو پورا کرنا تھا' آپؐ بھیجے ہی اسی لئے گئے تھے کہ دین کو غالب کرنا ہے ﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ﴾ یہ تو اللہ کی مشیت تھی کہ بڑے تھوڑے سے وقت کے اندر اس پورے عمل کو مکمل کر دینا تھا' لہٰذا بالکل معجزانہ طریقے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدینے کی کھڑکی کھول دی گئی اور راستہ کھل گیا۔ یہ معاملہ اب بھی ہو سکتا ہے ؎

چمن کے مالی اگر بنا لیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آ سکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی!

اور

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی!

یہ ناممکنات میں سے نہیں ہے' اللہ کی مدد ختم نہیں ہوئی۔

میں نے آپ کو زمینی حقائق بھی گنوا دیئے ہیں۔ جس نے زمینی حقائق کو دیکھ کر طے کرنا ہو تو اس کے لئے پہلا راستہ ہے کہ امریکہ اور بھارت کے سامنے سر جھکا دیا جائے' اپنے دل سے اپنے نظریئے' نظام اور غلبۂ اسلام کا خناس نکال دیا جائے۔ اور اگر دوسرا راستہ اختیار کرو گے تو یقیناً اللہ کی مدد آئے گی۔ اس کے لئے اللہ نے قرآن حکیم میں وعدہ فرمایا ہے۔

اس وقت حالات بہت مایوس کن ہیں۔ حقیقت پسندی (realism) اور واقعیت پسندی (pragmatism) اس راستے کی طرف جا رہی ہیں جو میں نے پہلا راستہ بتایا ہے'

لیکن ہمیں اس کی مخالف سمت چلنے کا حکم ہے۔ ع

"مجھے ہے حکمِ اذاں لا الٰہ اِلاّ اللہ!"

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ

﴿ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾

(آل عمران : ۱۳۹)

"دل شکستہ نہ ہو' غم نہ کرو' تم ہی غالب رہو گے اگر تم مؤمن ہو۔"

ہمارا ایمان اور یقین پختہ رہنا چاہئے کہ آج نہیں تو کل' ہماری زندگی میں نہیں تو ہماری اگلی نسل میں یہ کام ضرور ہو گا' لازماً ہو گا اور ہو کر رہے گا ـــــ یہ اللہ کا وعدہ ہے' لہٰذا اسی راستے پر لگے رہو' پیچھے نہ ہٹو' سُست نہ پڑو' ڈھیلے نہ پڑو' تمہاری جدوجہد میں کوئی کمی نہ آئے۔

اس حوالے سے ہمیں جائزہ لینا ہے کہ کہیں ہم سُست تو نہیں پڑ رہے' ہماری ہمتیں تو جواب نہیں دے رہیں' ہمارے اندر کوئی پسپائی کا جذبہ تو پیدا نہیں ہو رہا' ہمارے اندر رجعت پسندی تو نہیں آ رہی؟ اللہ کی مدد حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کے دین کے اعوان و انصار بنو! یہ مت بھولو کہ اس سرزمین سے اللہ کی کوئی خصوصی مشیت وابستہ ہے۔ ذہن میں چار سو برس کی تاریخ یاد کرو۔ اس عرصے میں سارے مجددین امت ہندوستان میں آئے۔ مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ دہلوی' سید احمد بریلوی' شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہم اللہ علیہم ۔ پھر عظیم ترین شخصیات اس ہندوستان میں پیدا ہوئیں' علامہ اقبال جیسا مفکر' مولانا مودودی جیسا مصنف اور مولانا الیاس جیسا مبلغ ـــــ کہیں ان کے برابر کا کوئی اور شخص کہیں اور نظر آتا ہے؟ یہ کیا وجہ ہے کہ مالک بن نبی بھی کہہ رہے ہیں' ڈاکٹر علی شریعتی بھی کہہ رہے ہیں کہ اسلام کا روحانی اور عقلی (Intellectual) مرکز ثقل جنوبی ایشیا میں منتقل ہو چکا ہے۔ آخر یہ حقائق ہیں۔ خلافت ختم ہو رہی تھی تو تحریک خلافت ہندوستان میں چلی' پھر یہ کہ آزادی کی تحریکیں ہر جگہ چلی ہیں' لیکن سوائے پاکستان کے ہر جگہ وطنی یا لسانی قومیت کی بنیاد پر تحریکیں چلی ہیں اور ان ملکوں نے اسی بنیاد پر آزادی حاصل کی ہے ـــــ مگر "پاکستان کا مطلب کیا' لا الٰہ اِلاّ اللہ" کی بنیاد پر صرف اس پاکستان کی آزادی کی

تحریک چلی۔ پھر یہاں قرارداد مقاصد پاس ہو گئی' جو عالمی تہذیب کے لئے سب سے بڑا چیلنج ہے۔ پھر یہاں بینک انٹرسٹ اور کمرشل انٹرسٹ کے حرام ہونے کا فیصلہ اعلیٰ ترین عدالت سے ہو چکا ہے۔ یہ کسی مولوی کا فتویٰ نہیں ہے' یہ تو سپریم کورٹ کا فتویٰ ہے اور یہ اس یہودی نظام کے لئے سب سے بڑا چیلنج ہے۔

ایں بنوک ایں فکرِ چالاکِ یہود
نورِ حق از سینۂ آدم ربود

یہ سارے آثار ایسے ہیں جو بہت امید افزا ہیں۔ مزید برآں احادیث نبویؐ میں جو خبریں دی گئی ہیں ان کے پورا ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ لیکن اس سے پہلے بڑے امتحانات ہیں! بڑے سخت دن آنے والے ہیں۔ اگر کوئی یہ راستہ اختیار کرے تو اس پر پھول نچھاور نہیں ہوں گے' یہ کانٹوں بھرا راستہ ہے۔ ہم اسی راستے کی دعوت دیتے رہیں گے اور اسی راستے پر اللہ کی مدد بھی آئے گی۔

﴿ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۗ ﴾ (آل عمران : ١٦٠)

"اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو تم پر کوئی غالب نہ آسکے گا' اور اگر وہی تمہارا ساتھ چھوڑ دے (وہی تمہاری مدد سے دست کش ہو جائے) تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا!"

پھر کون تمہاری مدد کو آئے گا؟ اور کون تم پر سایہ فگن ہو گا؟ اس وقت واقعتاً ہمارے سامنے قیامت کے دن کا نقشہ ہے کہ "اَلْيَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ" آج اللہ کے سایہ کے سوا ہمارے لئے کوئی سایہ نہیں!

یہ گھڑی محشر کی ہے' تو عرصۂ محشر میں ہے!
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے!

قرآن مجید کا مستقل قانون اور اللہ کی سنّت یہ ہے :

﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○ ﴾

(الحج : ٤٠)

"بلاشک و شبہ اللہ تعالیٰ لازماً اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے' یقیناً اللہ زبردست ہے' قوت والا ہے۔"

وہ جس کی مدد کیلئے پشت پناہ بن جائے تو پھر اس کیلئے ناکامی کا کوئی سوال نہیں۔

ہمیں اپنے تنظیم اسلامی کے قافلے کو اسی راستے پر لے کر چلنا ہے' حالات خواہ کچھ ہو جائیں' کتنے ہی ناگفتہ بہ ہو جائیں اور کتنے ہی مشکل نظر آ رہے ہوں۔ ہمیں جو کوئی موقع بھی ملے گا ہم یہی بات کہیں گے' اسی کی طرف لوگوں کو بلائیں گے' دینی جماعتوں کو بھی اور عوام کو بھی۔ حکومت کو بھی یہی مشورہ دیں گے' از روئے حدیث نبویؐ :

((اَلدِّیْنُ النَّصِیحَۃُ)) قِیْلَ : لِمَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ : ((لِلّٰہِ وَلِکِتَابِہٖ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِھِمْ))

"رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : دین تو نام ہی وفاداری اور خیرخواہی کا ہے۔" پوچھا گیا : اے اللہ کے رسول! کس کی وفاداری خیرخواہی؟ ارشاد فرمایا : "اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسولؐ کی وفاداری اور مسلمانوں کے قائدین کی اور مسلمان عوام کی خیرخواہی۔"

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں استقامت عطا فرمائے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً' اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابِ۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔ اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا اَنْ نُقِیْمَ دِیْنَکَ الْمَتِیْنَ' اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا اَنْ نُّقِیْمَ نِظَامَ الْخَلَافَۃِ عَلٰی مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃِ فِیْ بَاکِسْتَانَ اَوَّلاً وَفِیْ کُلِّ الْعَالَمِ آخِرًا' اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلِاٰبَائِنَا وَلِاُمَّھٰتِنَا وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ' اِنَّکَ سَمِیْعٌ مُّجِیْبُ الدَّعْوَاتِ۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ' بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ○○

(مرتب : حافظ خالد محمود خضر)

مسلمان کا طرزِ حیات(۶)

علامہ ابو بکر الجزائری کی شہرۂ آفاق تالیف

"مِنہاجُ المُسلم" کا اردو ترجمہ

مترجم : مولانا عطاء اللہ ساجد

کتاب العقائد

نواں باب

جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان

حضرت محمد ﷺ جو جناب عبد اللہ کے بیٹے اور جناب عبد المطلب کے پوتے' قبیلۂ قریش کی شاخ بنو ہاشم سے تعلق رکھنے والے اور جناب اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے' ان کے متعلق ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول تھے' اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر قوم اور ہر نسل کے لوگوں کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ آنحضور ﷺ کی نبوت و رسالت پر سلسلۂ نبوت و رسالت ختم ہو گیا' لہٰذا آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی یا رسول مبعوث نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو بہت سے معجزات عطا فرمائے اور آپ ﷺ کو تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر فضیلت عطا فرمائی۔ اسی طرح حضور علیہ السلام کی اُمت کو تمام امتوں سے افضل قرار دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی محبت' اطاعت اور اتباع کو فرض قرار دیا۔ آپ ﷺ کو بعض ایسے خصوصی انعامات عنایت فرمائے جو کسی اور نبی اور رسول کو نہیں دیئے گئے' مثلاً مقامِ وسیلہ' حوضِ کوثر اور مقامِ محمود وغیرہ۔

ان عقائد کے نقلی و عقلی دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

نقلی دلائل

(۱) اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس بات پر گواہ ہیں کہ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر

وحی نازل ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

﴿ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ ﴾ (النّساء : ۱۶۶)

"لیکن اللہ تعالیٰ اس چیز پر گواہ ہے جو اُس نے آپ پر نازل کی' اس نے اسے اپنے علم کے ساتھ نازل کیا ہے' اور فرشتے بھی (اس بات پر) گواہ ہیں۔ اور گواہ کے طور پر تو اللہ ہی کافی ہے۔"

(۲) اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی رسالت تمام انسانوں کے لیے ہے' اور حضور علیہ السلام پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے' اور آنحضرت ﷺ سے محبت رکھنا اور آپ کی اطاعت کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ ﴾ (النّساء : ۱۷۰)

"اے لوگو! تمہارے پاس رسول تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر آگیا ہے' لہٰذا ایمان لے آو' تمہارے لیے بہتر ہو گا۔"

ایک مقام پر فرمایا :

﴿ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰي فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ ﴾

(المآئدة : ۱۹)

"اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آیا ہے' جو رسولوں میں وقفہ ہو جانے کے بعد آکر تمہیں وضاحت سے (اللہ کے احکام) بتاتا ہے' تاکہ تم یوں نہ کہو کہ ہمارے پاس نہ کوئی خوشخبری دینے والا آیا نہ تنبیہہ کرنے والا۔ تو اب تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور خبردار کرنے والا آچکا ہے۔"

اس کے علاوہ ارشاد ہوا :

﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۤ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾

(الجُمعة : ۲)

"وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں سے ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا' وہ انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ پہلے واضح گمراہی میں تھے۔"

اور فرمایا :

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ (الانبیاء : ۱۰۷)

"اور ہم نے تو آپ کو جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

اس کے علاوہ فرمایا :

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط ﴾ (الفتح : ۲۹)

"محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔"

نیز ارشاد فرمایا :

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ○ ﴾ (الفرقان : ۱)

"برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا' تاکہ وہ سارے جہان والوں کے لیے خبردار کر دینے والا بن جائے۔"

ایک مقام پر ارشاد ہے :

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط ﴾ (الاحزاب : ۴۰)

"محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں' لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں (کے سلسلہ) کو ختم کرنے والے ہیں۔"

اور فرمایا :

﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ○ ﴾ (القمر : ۱)

"قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو گیا۔"

اور فرمایا :

﴿ اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ ﴾ (الکوثر : ۱)

"یقیناً ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمایا۔"

اور فرمایا :

﴿ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰىo ﴾ (الضحٰی : ۵)

"عنقریب آپ کا رب آپ کو (بہت سے انعامات) دے گا اور آپ خوش ہوجائیں گے۔"

اور فرمایا :

﴿ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًاo ﴾ (بنی اسرائیل : ۷۹)

"عنقریب آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔"

اور فرمایا :

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ... ﴾

(النِّساء : ۵۹)

"اے وہ لوگو جو ایمان لاچکے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کا حکم مانو...."

اور فرمایا :

﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ﴾ (التَّوبة : ۲۴)

"کہہ دیجیے: تمہارے باپ دادا' تمہارے بیٹے' تمہارے بھائی' تمہاری بیویاں' تمہارا خاندان' وہ مال جو تم نے کمائے' وہ تجارت جس کے مندے کا تمہیں خوف رہتا ہے اور وہ رہائش گاہیں جو تمہیں پسند ہیں' اگر یہ سب تمہیں اللہ' اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں' تو انتظار کرو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے۔"

اور فرمایا :

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ... ﴾ (آل عمران : ۱۱۰)

"تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کی لیے نکالی گئی..."

اور فرمایا :

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط ﴾ (البقرۃ : ۱۴۳)

"ہم نے اسی طرح تمہیں (افراط و تفریط سے پاک) درمیانی اُمت بنایا ہے' تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور رسول تم پر گواہ بن جائیں۔"

اور فرمایا :

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط ﴾ (آل عمران : ۳۱)

"(اے نبیؐ!) کہہ دیجیے: اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو' اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔"

(۳) جناب رسول اکرم ﷺ نے خود اپنی نبوت کی خبر دی اور بتایا کہ آپؐ کی اطاعت فرض ہے اور آپؐ کی رسالت ہر دور کی تمام اقوام کے لیے ہے۔ یہ بات بہت سی احادیث میں مذکور ہے' جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔

آنحضور ﷺ نے فرمایا :

((اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ ' اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ))(۱)

"میں نبی ہوں' اس بات میں کوئی جھوٹ نہیں' میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔"

اور فرمایا :

((اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ))(۲)

"میں (اللہ کے علم میں) اُس وقت بھی اللہ کا بندہ اور خاتم النبیین تھا جب آدم علیہ السلام ابھی مٹی کی صورت میں پڑے تھے۔"

اور فرمایا :

((مَثَلِيْ وَمَثَلُ الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِيْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَجَمَّلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ وَاحِدَةٍ ' فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَيَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَيَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ ' فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ))(۳)

''میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس طرح ہے جیسے ایک آدمی نے ایک گھر بنایا' اور اسے بہت اچھا اور خوب صورت بنایا' مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگ اس گھر کو چاروں طرف سے دیکھتے اور تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے: یہ اینٹ کیوں نہیں لگائی گئی؟ تو میں وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیّین ہوں۔''

اور فرمایا:

((وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لاَ یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَلَدِہٖ وَوَالِدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ)) (۴)

''قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' کوئی شخص اُس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی اولاد' اس کے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔''

ایک حدیث میں ارشاد ہوا:

((کُلُّکُمْ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلاَّ مَنْ اَبٰی)) قَالُوْا : وَمَنْ یَّاْبٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ : ((مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی)) (۵)

''تم سب جنّت میں داخل ہو جاؤ گے' سوائے اُس شخص کے جس نے انکار کیا''۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنّت میں داخل ہو گیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے (جنّت میں داخل ہونے سے خود ہی) انکار کر دیا۔''

اس کے علاوہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلاَ رَسُوْلَ بَعْدِیْ وَلاَ نَبِیَّ)) (۶)

''رسالت اور نبوت ختم ہو گئی ہے' پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہے اور نہ نبی۔''

نیز فرمایا:

((فُضِّلْتُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ بِسِتٍّ : اُعْطِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ ' وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ' وَاُحِلَّتْ لِیَ الْغَنَائِمُ' وَجُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُوْرًا' وَاُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّةً' وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ)) (۷)

''مجھے دوسرے انبیاء پر چھ امور میں فضیلت حاصل ہے: مجھے جامع کلمات عطا کیے

گئے ہیں' میری مدد رعب سے کی گئی ہے' میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئی ہیں' تمام زمین میرے لیے مسجد اور پاکیزگی کا ذریعہ بنائی گئی ہے' میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔"

اور فرمایا:

((مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ' وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰہَ' وَمَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ' وَمَنْ عَصٰی اَمِیْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ))(٨)

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی' اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی' اور جس نے میرے (مقرر کیے ہوئے) امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی' اور جس نے میرے (مقرر کیے ہوئے) امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔"

حواشی

(١) صحیح البخاری' کتاب الجهاد' باب من قاد دابة غیره فی الحرب' وباب بغلة النبی ﷺ اور صحیح مسلم' کتاب الجهاد' باب غزوة حنین۔

(٢) تاریخ امام بخاری اور مسند احمد (١٢٧/٤) اور صحیح ابن حبان۔ ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

(٣) صحیح البخاری' کتاب المناقب' باب خاتم النبیین و صحیح مسلم' کتاب الفضائل' باب ذکر کونه خاتم النبیین۔

(٤) صحیح البخاری' کتاب الایمان' باب حب الرسول ﷺ من الایمان۔

(٥) صحیح البخاری' کتاب الاعتصام' باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰه (ﷺ)

(٦) مسند احمد (٢٦٧/٣) اور جامع الترمذی' ابواب الرویا' باب ذهبت النبوة وبقیت المبشرات۔ امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

(٧) صحیح مسلم' کتاب المساجد ومواضع الصلاة' ح ٥ و جامع الترمذی' کتاب السیر' باب ما جاء فی الغنیمة۔

(٨) صحیح البخاری' کتاب الجهاد' باب یقاتل من وراء الامام ویتقی به و کتاب الاحکام' باب فی قول اللّٰه تعالٰی ﴿اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ

اسلام اور عورت

تحریر : اُم منذر

"پردہ آزادی نسواں کی راہ میں رکاوٹ ہے"۔ یہ وہ مسئلہ ہے جو کہ آج مغربیت زدہ عورت کے حواس پر بری طرح چھایا ہوا ہے۔ یہ عورت جو کہ آج بے حجاب ہونے کو بے قرار ہے، کل تک معاشرے کا مظلوم ترین طبقہ تھی۔ اس کی حیثیت بھیڑ بکریوں سے زیادہ نہ تھی، اس کی پیدائش باعثِ شرمندگی تھی۔ قربان جایئے اس حبیبِ خدا ﷺ پر جس نے عورت کو پستی و مظلومیت کی اتھاہ گہرائیوں سے نکال کر معاشرے میں باعزت مقام دیا، لیکن افسوس صد افسوس اسے یہ باعزت مقام پسند نہیں آیا۔ وہ ایک انتہا سے نکالی گئی تھی تو اس نے اپنے آپ کو دوسری انتہا تک پہنچا دیا۔ وہ شرم و حیاء کا مجسمہ کہی جاتی تھی اب وہ بے حیائی کا نمونہ بن چکی ہے۔ ہر قسم کے اشتہارات کی وہ زینت ہے اور یہ بات اس کیلئے باعثِ شرمندگی نہیں بلکہ وہ اسے اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتی ہے۔ ایک شاعر نے آزادی نسواں کے موضوع پر ایک نہایت فکر انگیز پیغام کی حامل نظم کہی ہے۔ اس کے چند اشعار یہ ہیں :

شعلے کی طرح کیوں سر بازار نکل آئی
کس نے تجھے بھڑکایا ہے اے دخترِ اسلام!
لگتی ہے کلی کتنی بھلی شاخِ چمن پر
ہاتھوں میں پہنچ کر کوئی قیمت نہیں رہتی
جو شمع سر عام لٹاتی ہے اُجالے
اس شمع کی گھر میں کوئی عزت نہیں رہتی
تسلیم کہ پردہ ہوا کرتا ہے نظر کا
نظروں میں بھی برداشت کی قوت نہیں رہتی
مَردوں کے اگر شانہ بشانہ رہے عورت
کچھ اور ہی بن جاتی ہے عورت نہیں رہتی

آگے فرماتے ہیں :

کردار پہ کیوں چھاپ ہے مغرب زدگی کی
جب فاطمہ رضی اللہ عنہا و رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا ہے ترا نام اے دخترِ اسلام!
وہ رتبۂ عالی کوئی مذہب نہیں دیتا
کرتا ہے جو عورت کو عطا مذہبِ اسلام اے دخترِ اسلام!

ہمارا دین "اسلام" عورت کو ہر لحاظ سے یعنی بحیثیت ماں' بیوی' بیٹی اور بہن جو باعزت مقام عطا کرتا ہے وہ دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں نہیں ہے۔ عورت کو ہر لحاظ سے جو تحفظ اسلام عطا کرتا ہے اس کی مثال دنیا میں کہیں اور نہیں ملتی۔ آج ہم آزادیٔ نسواں کے چکر میں اسلام کی اصل تعلیمات کو بھول گئے ہیں۔ قرآن میں ستر و حجاب کے جو احکامات ہیں ہم ان کی من مانی تاویلیں تلاش کرتے ہیں۔ آیئے کوشش کریں کہ پردے کے بارے میں جو قرآن کی تعلیمات اور نبی اکرم ﷺ کے احکامات ہیں ان کو سمجھیں اور عمل کریں۔

یہ ہم سب کو معلوم ہے کہ "اسلام" ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور نبی اکرم ﷺ کی زندگی ہم سب کے لئے بہترین اُسوہ ہے۔ ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. . . ﴾ (الاحزاب : ۲۱) اب غور کیجئے کہ مسلمان مردوں کے لئے تو ہر لحاظ سے اور ہر اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس نمونہ ہے' لیکن مسلمان خواتین کے لئے آنحضرت ؐ کی سیرت اور زندگی مکمل نمونہ نہیں بن سکتی۔ بطورِ خاتون' بطورِ بیوی' بطورِ بیٹی اور بطورِ ماں یہ اُسوہ ہمیں نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں تو نہیں ملے گا' حالانکہ یہ بہت ضروری ہے۔ عورت کی ان حیثیتوں کے لئے بھی تو کوئی نمونہ' کوئی آئیڈیل ہونا چاہئے جس کو دیکھ کر تاقیامِ قیامت مسلمان خواتین اپنے طرزِ عمل کو معین کریں۔ سورۂ احزاب میں ہی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے خطاب ہو رہا ہے کہ در حقیقت "وہ" ہمیشہ ہمیش کے لئے اُمت کی خواتین کے لئے نمونہ ہیں۔ بظاہر خطاب آنحضور ﷺ کی بیویوں سے ہے جس سے ہماری بعض بہنیں اس مغالطے میں مبتلا ہو گئی ہیں یا کر دی گئی ہیں کہ یہ تو نبی اکرم ﷺ کی بیویوں سے متعلق احکام ہیں اور عام مسلمان خواتین سے بات نہیں ہو رہی۔ اس بات کی ذہن میں تصحیح ہونی چاہئے کہ قرآن مجید میں یہ اسلوب کیوں ہے؟ یہ اس لئے ہے کہ ازواجِ مطہرات کو مسلمان خواتین کے لئے آئیڈیل بننا ہے ان تمام معاملات میں' جو صرف خواتین سے متعلق اور مخصوص ہیں' ورنہ بحیثیت عمومی اُسوۂ حسنہ اور کامل نمونہ تو جناب محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۲ میں خطاب "يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ" سے ہوتا ہے جو آیت نمبر ۳۴ کے اختتام تک چلتا ہے۔

﴿ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝ ﴾ (الاحزاب : ۳۲'۳۳)

"اے نبی کی ازواج مطہرات! تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند۔ اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو تو ایسی نرمی سے بات نہ کرو کہ طمع کرنے لگے وہ (بے حیا) جس کے دل میں روگ ہے' اور گفتگو کرو تو باوقار انداز سے کرو۔ اور ٹھہری رہو اپنے گھروں میں اور اپنی آرائش کی نمائش نہ کرو جیسے سابق دورِ جاہلیت میں رواج تھا' اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی۔ اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دور کر دے پلیدی کو اے نبی کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کر دے"۔

یہ دونوں آیات وہ ہیں جن سے پردے کے احکام کا آغاز اور مسلمان خواتین کے لئے ایک دائرہ کار متعین ہوا ہے۔ یعنی آواز کے فتنہ سے تنبیہہ' قرار فی البیوت کا حکم اور تبرج کی ممانعت۔ اسی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۳ میں مسلمان مردوں کے لئے حکم نازل کیا جا رہا ہے :

﴿ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ﴾

(الاحزاب : ۵۳)

"(اے مسلمانو!) اگر تمہیں ان سے (نبی ﷺ کی بیویوں سے) کوئی چیز مانگنی ہے تو پردے کی اوٹ سے مانگو"۔

یہاں قرآن مجید میں "حجاب" کا لفظ آیا ہے اور علومِ فقہ میں یہ آیت "آیتِ حجاب" کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں : "بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آیت کے نزول سے پہلے متعدد مرتبہ عرض کر چکے تھے کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ کے ہاں بھلے اور برے سب ہی قسم کے

لوگ آتے ہیں' کاش آپ اپنی ازواجِ مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دیتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ازواجِ رسولؐ سے کہا : "اگر آپ کے حق میں میری بات مانی جائے تو کبھی میری نگاہیں آپ کو نہ دیکھیں"۔ لیکن رسول اللہ ﷺ چونکہ خود مختار نہ تھے اس لئے آپؐ اشارۂ الٰہی کے منتظر رہے۔ آخر کار یہ حکم آگیا۔ اس حکم کے بعد ازواجِ مطہرات کے گھروں میں دروازوں پر پردے لٹکا دیئے گئے۔ اور چونکہ حضور ﷺ کا گھر تمام مسلمانوں کے لئے نمونے کا گھر تھا' اس لئے تمام مسلمانوں کے گھروں پر بھی پردے لٹک گئے"۔ مولانا مودودی آگے لکھتے ہیں : "جو کتاب مَردوں اور عورتوں سے رُو در رُو بات کرنے سے روکتی ہے اور پردے کے پیچھے سے بات کرنے میں یہ مصلحت بتاتی ہے کہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے یہ طریقہ زیادہ مناسب ہے' ان واضح ہدایات اور احکام کے بعد آخر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ مخلوط مجالس اور مخلوط تعلیم اور جمہوری ادارات اور دفاتر میں مَردوں اور عورتوں کا بے تکلف ماحول بالکل جائز ہے اور اس سے دلوں کی پاکیزگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا؟"

غور کیجئے! اُمّہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے متعلق کس کے دل میں بُرا خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ اسلوب اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ تمام مسلمان خواتین و حضرات کے لئے یہ مستقل ہدایت ہے۔ اسلام کے معاشرتی نظام میں صالح اقدار کے فروغ کے لئے یہی پاکیزہ طرزِ عمل ہے۔ ان احکام کی حکمتوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ فاطر فطرت ہے۔ وہ جانتا ہے کہ مَرد اور عورت کے مزاج' ان کے میلانات اور رجحانات کیا ہیں؟ ہم لاکھ پردے ڈالیں' ملمع سازی کریں' تہذیب و تمدن کے تقاضوں کو بہانے کے طور پر پیش کریں' لیکن مَرد میں عورت کے لئے جاذبیت' کشش اور نفسانی خواہشات کا جو داعیہ رکھا ہے اسے اس داعیہ کو رکھنے والے سے زیادہ جاننے والا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

ہمارے ہاں ایک گروہ ایسا ہے جو چہرے کے پردے کا قائل نہیں ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں نقاب کا ذکر نہیں ہے اور حج اور عمرہ میں عورت کا چہرہ کھلا رہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نقاب کا لفظ قرآن میں نہیں آیا' لیکن حدیث میں یہ لفظ موجود ہے۔ یہ روایت سنن ابی داؤد کی ہے جو صحاحِ ستّہ میں شامل ہے :

لوگ آتے ہیں' کاش آپ اپنی ازواجِ مطہرات کو پردہ کرنے کا حکم دیتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ازواجِ رسولؐ سے کہا : "اگر آپ کے حق میں میری بات مانی جائے تو کبھی میری نگاہیں آپ کو نہ دیکھیں"۔ لیکن رسول اللہ ﷺ چونکہ خود مختار نہ تھے اس لئے آپؐ اشارۂ الٰہی کے منتظر رہے۔ آخر کار یہ حکم آگیا۔ اس حکم کے بعد ازواجِ مطہرات کے گھروں میں دروازوں پر پردے لٹکا دیئے گئے۔ اور چونکہ حضور ﷺ کا گھر تمام مسلمانوں کے لئے نمونے کا گھر تھا' اس لئے تمام مسلمانوں کے گھروں پر بھی پردے لٹک گئے"۔ مولانا مودودی آگے لکھتے ہیں : "جو کتاب مَردوں اور عورتوں سے رُو در رُو بات کرنے سے روکتی ہے اور پردے کے پیچھے سے بات کرنے میں یہ مصلحت بتاتی ہے کہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے یہ طریقہ زیادہ مناسب ہے' ان واضح ہدایات اور احکام کے بعد آخر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ مخلوط مجالس اور مخلوط تعلیم اور جمہوری ادارات اور دفاتر میں مَردوں اور عورتوں کا بے تکلف ماحول بالکل جائز ہے اور اس سے دلوں کی پاکیزگی میں کوئی فرق نہیں پڑتا؟"

غور کیجئے! اُمّہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے متعلق کس کے دل میں بُرا خیال پیدا ہو سکتا ہے۔ یہ اسلوب اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ تمام مسلمان خواتین و حضرات کے لئے یہ مستقل ہدایت ہے۔ اسلام کے معاشرتی نظام میں صالح اقدار کے فروغ کے لئے یہی پاکیزہ طرزِ عمل ہے۔ ان احکام کی حکمتوں پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ فاطر فطرت ہے۔ وہ جانتا ہے کہ مَرد اور عورت کے مزاج' ان کے میلانات اور رجحانات کیا ہیں؟ ہم لاکھ پردے ڈالیں' ملمع سازی کریں' تہذیب و تمدن کے تقاضوں کو بہانے کے طور پر پیش کریں' لیکن مَرد میں عورت کے لئے جاذبیت' کشش اور نفسانی خواہشات کا جو داعیہ رکھا ہے اسے اس داعیہ کو رکھنے والے سے زیادہ جاننے والا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

ہمارے ہاں ایک گروہ ایسا ہے جو چہرے کے پردے کا قائل نہیں ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں نقاب کا ذکر نہیں ہے اور حج اور عمرہ میں عورت کا چہرہ کھلا رہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نقاب کا لفظ قرآن میں نہیں آیا' لیکن حدیث میں یہ لفظ موجود ہے۔ یہ روایت سنن ابی داؤد کی ہے جو صحاحِ ستّہ میں شامل ہے :

جَاءَ تِ امْرَاَۃٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُقَالُ لَھَا اُمُّ خلاّدٍ وَھِیَ مُنْتَقِبَۃٌ تَسْاَلُ عَن ابنھا وھُوَ مَقْتُوْلٌ' فقال لھا بعض اصحاب النبی ﷺ جئتِ تسالین عن ابنِکَ واَنْتِ مُنْتَقِبَۃٌ؟ فَقَالَتْ: ان ارزء ابنی فلم ارزَء حیائی' فقال رسولُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ابنک لہ اجر شھیدین' قالت: ولم ذٰلک یا رسول اللّٰہ؟ قال: لان قَتَلَہُ اھلُ الکتاب۔

"ایک خاتون' جس کا نام اُم خلاد تھا' نبی اکرم ﷺ کے پاس اپنے بیٹے کا' جو مقتول ہو چکا تھا' انجام دریافت کرنے آئیں اور وہ نقاب پہنے ہوئے تھیں۔ نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابیؓ نے ان کی اس استقامت پر تعجب کرتے ہوئے کہا: نقاب پہن کر آپ اپنے بیٹے کا' حال دریافت کرنے آئی ہیں؟ انہوں نے اس کے جواب میں کہا: میرا بیٹا مرا ہے میری حیا نہیں مری۔ اس کے بعد آپؐ نے ان کو تسلی دی کہ تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا۔ انہوں نے پوچھا ایسا کیوں ہو گیا رسول اللہ؟ آپؐ نے فرمایا: "اس لئے کہ اس کو اہلِ کتاب نے قتل کیا ہے۔"

اس حدیث میں وارد لفظ مُنْتَقِبَۃٌ کا مادہ نقب ہے۔ اسی سے نقاب مصدر ہے۔ یہ خاتون اس حال میں نقاب ڈالے ہوئے تھیں کہ ایسے سانحہ پر تو اچھے خاصے دین دار گھرانوں کی خواتین کو غم و اندوہ کی کیفیت میں حجاب کا خیال نہیں رہتا۔ اسی لئے ایک صحابیؓ نے تعجب سے پوچھا کہ اس حال میں آپ نقاب میں آئی ہیں؟ ان خاتون کا جواب آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ "میرا بیٹا مرا ہے میری حیا نہیں مری۔"

واقعہ اِفک کے سلسلے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے طویل حدیث مروی ہے جس میں انہوں نے صراحت سے ذکر کیا ہے کہ صفوان نے ان کو اس لئے پہچان لیا کہ انہوں نے قبل حجاب انہیں (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو) دیکھا تھا۔ ان دونوں حدیثوں سے چہرے کے پردے کے بارے میں کوئی اشکال نہیں رہتا۔

حج اور عمرے کے احرام میں عورت کے چہرے کے کھلے ہونے سے جو دلیل پکڑی جاتی ہے اس کے بارے میں ایسے حضرات و خواتین کو ایک اصول جان لینا چاہئے کہ

استثنائی حالات کے احکام کو کلیات پر منطبق نہیں کیا جا سکتا۔ احرام کی حالت میں چہرہ کھلا رکھنے کی ایک استثنائی اجازت' یا چہرہ ڈھانپنے یا دستانے پہننے کی ممانعت حدیث میں وارد ضرور ہوئی ہے' لیکن اس سے چہرے کے پردے کا بالکلیہ انکار کر دینا انتہائی غیر معقول طرزِ فکر ہے' حالانکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث مبارکہ بھی مروی ہے کہ "احرام کی حالت میں جب قافلے ہمارے سامنے آتے تھے تو ہم بڑی چادر سر کی طرف سے چہرہ پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو ہم اس کو اٹھا دیتیں۔"

اس حدیث مبارکہ میں جو لفظ جلباب (بڑی چادر) آیا ہے' اس کی تشریح سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۹ میں ہے۔ جب گھر میں قرار پکڑنے اور حجاب کے احکام آ گئے اور عورت کا اصل دائرہ کار اس کا گھر متعین ہو گیا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر کسی تمدنی ضرورت سے گھر سے باہر نکلنا ہو تو کیا کیا جائے۔ بڑا اہم اور بنیادی سوال ہے۔ فرمایا :

﴿ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝﴾ (الاحزاب : ۵۹)

"اے نبی! اپنی بیویوں' بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں' یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں' اور اللہ غفور ہے' رحیم ہے۔"

عربی میں جلباب اس بڑی چادر کو کہتے ہیں جو پورے جسم کو ڈھانپ لے اور چھپا لے۔ یہ جلباب ایامِ جاہلیت میں بھی شریف خاندانوں کی خواتین کے لباس کا جزو تھا۔ قرآن مجید میں اس میں یہ اضافہ کیا گیا کہ اس کا ایک حصہ چہرے پر لٹکا لیا جایا کرے۔ اس طرح چہرے کا پردہ شروع ہوا' جس کی تفاصیل احادیث میں آئی ہیں کہ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد ازواجِ مطہرات' بنات النبیؐ اور تمام مؤمن خواتین باہر نکلتے وقت چادر کو اس طرح اوڑھا کرتی تھیں کہ پورا سر اور پیشانی اور پورا چہرہ چھپ جاتا تھا اور صرف ایک آنکھ کھلی رہ جاتی تھی۔ یہ ضرورت کے موقع پر گھر سے باہر نکلنے کے لئے پردے کا پہلا حکم ہے۔ ضرورت کی یہ پابندی نبی اکرم ﷺ نے لگائی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں

روایت موجود ہے :

((قَدْ اَذِنَ اللّٰهُ لَكُن اَنْ تَخْرُجْنَ لِحوائِجِكُنَّ))

"اللہ تعالیٰ نے تم (عورتوں) کو اجازت دی ہے کہ تم اپنی ضروریات کے لئے گھر سے نکل سکتی ہو۔"

"ضرورت" کا تعین اسلامی تعلیمات کے مجموعی مزاج کو سامنے رکھ کر کیا جا سکتا ہے۔ کسی خاتون کے گھر میں کمانے والا کوئی مَرد موجود نہ ہو یا صرف مَرد کی کمائی گھر کی ضروریات کے لئے کفایت نہ کرے تو شریعت نے اس کی گنجائش رکھی ہے' لیکن باہر نکلتے ہوئے تمام پابندیوں کو ملحوظ رکھنا ہوگا اور ایسے اداروں میں کام کرنا ہوگا جہاں عورتیں ہی کارکن اور منتظم ہوں۔ عورتوں کا مخلوط اداروں میں کام کرنا' ٹی وی اور ریڈیو میں اناؤنسر' یا اخبارات اور ٹی وی میں اشتہارات کا ماڈل یا ایئرہوسٹس یا اسی نوع کے دوسرے پیشے اختیار کرنے کا معاملہ' جن میں مَردوں سے براہِ راست سابقہ پیش آتا ہو اور وہ ان کے لئے فردوسِ نظر بنتی ہوں' ازروئے اسلام مسلم خواتین کے لئے قطعی ناجائز ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ایک طویل حدیث ہے کہ : ((اَلْعَيْنَانِ تَزْنِيَانِ وَزِنَاهُمَا النَّظْرُ)) "آنکھیں زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا نظر ہے"۔ ان پیشوں سے متعلق اکثر و بیشتر حصولِ معاش کی مجبوری کم اور جذبۂ نمائش زیادہ ہے۔ ان میں سے اکثر کو اپنے گھروں کی نگہداشت' گھریلو کام کاج اور بچوں کی دیکھ بھال کے لئے ملازمین رکھنے پڑتے ہوں گے' پھر ان پیشوں کے تقاضوں کے پیش نظر ان کو میک اپ' بناؤ سنگھار اور مخصوص ملبوسات پر کافی خرچ کرنا ہوتا ہوگا' کنوینس کے لئے اچھی خاصی رقم صرف ہوتی ہوگی۔ لہٰذا ان کی اپنی کمائی میں سے ایک چوتھائی یا ایک تہائی سے زیادہ بچت مشکل ہوتی ہوگی۔ ہماری مسلمان بہنیں ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ کیا یہ نفع کا سودا ہے یا سراسر خسارے کا؟ اس لئے کہ یہ طرزِ عمل اسلامی تعلیمات سے بغاوت اور اپنی عاقبت کی بربادی اور اپنے خاندان کی روایات' شرافت اور عزّت سے سرکشی کا موجب ہے۔ البتہ لڑکیوں کے سکولوں اور کالجوں میں درس و تدریس کے لئے ملازمت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ صرف پیشہ ہی نہیں قومی خدمت بھی ہے۔ اسی طرح صرف عورتوں کے علاج معالجے

کے لئے طب کے پیشے کو بھی اختیار کیا جا سکتا ہے' لیکن بن ٹھن کر بازاروں میں شاپنگ کے لئے جانا' سیر سپاٹے کے لئے تفریح گاہوں میں جانا' مخلوط تقریبات میں شرکت کرنا' مَردوں کے سامنے پریڈ میں حصہ لینا اور کھیلوں میں حصہ لینا از روئے اسلام معصیت کے کام ہیں۔ ان امور میں کتاب و سنت کی تعلیمات کی روشنی میں دو رائیں ممکن ہی نہیں۔

اب تک سورۃ الاحزاب کے حوالے سے پردے کے ابتدائی احکام کے بارے میں گفتگو ہوئی ہے۔ پردے کے احکام کی تکمیل سورۂ نور میں ہوئی ہے۔ چونکہ عورت کے گھر سے باہر نکلنے کے مسئلے کی وضاحت ہو رہی ہے' لہٰذا سورۂ نور کی آیت نمبر ۳۱ کا ایک حصہ' جو سابقہ گفتگو سے متعلق ہے' اس طرح ہے:

﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۔ ۔ ۔ ﴾

(النور : ۳۱)

"اور اپنے پیر زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی زینت جو انہوں نے چھپا رکھی ہے' اس کا علم لوگوں کو ہو جائے۔"

فاطر فطرت نے عورت کی چال اور اسکے خرام میں بھی دلکشی اور جاذبیت رکھی ہے۔ اس کے ساتھ اگر زیوروں کی جھنکار بھی شامل ہو جائے تو یہ بھی مَرد کی توجہ منعطف کرنے اور اس کے نفسانی محرکات بھڑکانے کا باعث ہو گی۔ لہٰذا قرآن نے اس کو سختی سے منع کر دیا ہے۔ اسی طرح خوشبو لگا کر گھر سے نکلنے کی بھی بڑی تاکیدی ممانعت حدیث میں آئی ہے۔

اب غور کرتے ہیں کہ گھر کے اندر کے پردے سے متعلق قرآنی احکامات کیا ہیں؟ سورۂ نور کی آیات ۲۷ تا ۳۱ میں گھر کے اندر کے پردے سے متعلق واضح احکامات موجود ہیں۔ آیت نمبر ۳۰ میں تمام اہل ایمان مَردوں کو اور آیت نمبر ۳۱ کی ابتداء میں پہلا حکم مسلمان خواتین کو غضِ بصر کا دیا جا رہا ہے:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ○ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ۔ ۔ ۔ ﴾

"(اے نبیؐ) مؤمن مَردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے' جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے۔ اور (اے نبیؐ) مؤمن عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں' بجز اِس کے جو خود ظاہر ہو جائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

ان آیات میں غضِّ بصر کا جو حکم دیا جا رہا ہے اس کے بارے میں جن لوگوں نے یہ سمجھا ہے کہ یہ سڑک پر چلنے سے متعلق ہے وہ بہت بڑے مغالطے میں پڑ گئے ہیں۔ سڑک پر چلنے کے متعلق تو وہ حکم ہے کہ عورتیں اپنی جلباب میں لپٹ کر اور اس کا ایک پلو چہرے پر ڈال کر نکلیں۔ راستہ دیکھنے کے لئے ان کو اپنی آنکھیں کھلی رکھنی ہوں گی۔ ان آیات میں غضِ بصر سے مُراد نگاہ بھر کر نہ دیکھنا ہے' یعنی مَرد بیوی کے علاوہ کسی محرم خاتون کو اور عورت شوہر کے علاوہ کسی محرم مَرد کو بھی نگاہ بھر کر نہ دیکھے' مبادا شیطان کو کسی غلط جذبے کی اکساہٹ کا موقع مل جائے۔ جب محرموں کے نگاہ بھر کر دیکھنے پر پابندی لگائی جا رہی ہے تو غیر محرموں کے لئے خود بخود اس پابندی کا وزن بہت بڑھ جائے گا۔

مَرد کے ستر کی حدود نبی اکرم ﷺ نے ناف سے گھٹنے تک مقرر کی ہیں۔ اس حصے کو بیوی کے سوا کسی کے سامنے قصداً کھولنا شریعت نے حرام کیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے عورتوں کا ستر ہاتھ' منہ اور پاؤں کے سوا پورے جسم کو قرار دیا ہے۔ چہرہ نامحرم مَردوں کے لئے بھی ستر میں شامل ہے' البتہ مَرد اور عورت دونوں کے لئے اشد طبّی ضرورت کے پیش نظر طبیب اور جراح مستثنیٰ کئے ہیں۔

ایسا لباس پہننے والی عورتوں کو' جن کا بدن کپڑوں میں سے جھلکتا ہو' نبی اکرم ﷺ نے عریاں قرار دیا ہے۔ بخاری میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل روایت کے آخری الفاظ میں ((رُبَّ كَاسِيَةٍ فِي الدُّنْيَا عَارِيَةٌ فِي الْآخِرَةِ)) "دُنیا میں اکثر کپڑے پہننے والیاں آخرت میں ننگی ہوں گی"۔ یہاں ایسے باریک اور ایسے چست کپڑے مُراد ہیں جن سے جسم جھلکے یا عورت کی رعنائی کی چیزیں نمایاں ہوں۔ سورۂ نور کی زیرِ مطالعہ آیت میں آگے خواتین کے گھر کے پردے کیلئے ایک اور حکم آ رہا ہے : ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ

عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ ﴾ "اور وہ (عورتیں) اپنے سینے پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈال لیا کریں یا بکل مار لیا کریں"۔ "خمر" کے معنی کسی چیز کے چھپانے کے ہیں' اسی سے لفظ "خمار" بنا ہے۔ امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں لکھا ہے کہ یہ لفظ "خمار" عورت کی اوڑھنی کے لئے بولا جاتا ہے' اس کی جمع "خُمُر" آتی ہے۔ اس سے وہ اوڑھنیاں مُراد ہیں جنہیں اوڑھ کر سر' کمر' سینہ سب اچھی طرح ڈھانک لئے جائیں۔ اسی کو ہمارے ہاں دوپٹہ کہا جاتا ہے' یعنی گھر میں بھی محرموں کے لئے عورت کے چہرے' ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ پورا جسم ستر ہے۔ آگے بتایا جارہا ہے کہ محرم کون ہیں؟

﴿ ... وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِھِنَّ اَوْ اٰبَآئِھِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِھِنَّ اَوْ اَبْنَآئِھِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِھِنَّ اَوْ اِخْوَانِھِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِھِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوَاتِھِنَّ اَوْ نِسَآئِھِنَّ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْھَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِھِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِھِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ ﴾ (النور : ۳۱)

"... اور وہ اپنا بناؤ سنگھار نہ ظاہر کریں' مگر ان لوگوں کے سامنے : شوہر' باپ' شوہروں کے باپ' اپنے بیٹے' شوہروں کے بیٹے' بھائی' بھائیوں کے بیٹے' بہنوں کے بیٹے' اپنی میل جول کی عورتیں' اپنے لونڈی غلام' وہ زیر دست مرد جو کسی اور قسم کی غرض نہ رکھتے ہوں اور وہ بچے جو عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں۔ وہ اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہو اس کا لوگوں کو علم ہو جائے۔ اے مومنو! تم سب مل کر اللہ کے حضور توبہ کرو' توقع ہے کہ فلاح پاؤ گے"۔

زینت کے ظاہر کرنے یا از خود ظاہر ہونے کے فرق کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ پہلے وہ آیت آچکی ہے کہ ﴿ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَھُنَّ اِلَّا مَاظَھَرَ مِنْھَا ﴾ "اپنی زینت نہ دکھائیں اس کے سوا جو از خود ظاہر ہو جائے" یہ کون سی زینت ہے جس کے اظہار کی اجازت دی جارہی ہے؟ عورت گھر میں پورے لباس کے ساتھ ہو پھر بھی اس کا چہرہ اور اس کے ہاتھ

پاؤں ہیں' اس کا قد کاٹھ ہے' اس کو آخر عورت کیسے چھپائے گی۔ اس زینت کے ساتھ وہ محرم مَردوں کے سامنے آسکتی ہے۔

اس موضوع پر آیت کے آخر میں پروردگار فرمارہا ہے ﴿ وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ ﴾ "اللہ کی طرف رجوع کرو' پلٹو' تم سب کے سب اے ایمان والو! تاکہ کامیابی حاصل کرو"۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ اس معاملے میں اب تک جو لغزش، غلطی اور کوتاہی ہوتی رہی ہے اس سے توبہ کرو اور اپنے طرزِ عمل کی اللہ اور اس کے رسول کی ہدایت کے مطابق اصلاح کرو۔ اس ضمن میں حکیم الامت علامہ اقبال کی نظر میں پردے کی اہمیت کیا تھی' وہ فرماتے ہیں :

بتولے باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرّے بگیری

"حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرح ہو جاؤ اور زمانے سے چھپ جاؤ کہ تمہاری آغوش میں شبیرؓ جیسی شخصیات پرورش پائیں"۔

اقبال فرماتے ہیں :

"جس قوم نے عورتوں کو ضرورت سے زیادہ آزادی دی وہ کبھی نہ کبھی ضرور اپنی غلطی پر پشیماں ہوگی۔ اگر اسے اس کے اصلی فرائض سے ہٹا کر ایسے کاموں پر لگا دیا جائے جنہیں مَرد انجام دے سکتا ہے تو یہ طریقہ کار یقیناً غلط ہو گا۔ مثلاً عورت کو جس کا کام آئندہ نسل کی تربیت ہے' ٹائپسٹ یا کلرک بنا دینا نہ صرف قانونِ فطرت کی خلاف ورزی ہے بلکہ انسانی معاشرے کو درہم برہم کرنے کی افسوسناک کوشش ہے"۔

اس مضمون کی تیاری کے لئے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی کتاب "اسلام میں عورت کا مقام" سے بھرپور مدد لی گئی ہے۔ لہٰذا جو بھی اس موضوع کو تفصیل سے سمجھنا چاہئے وہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرے۔ ان شاء اللہ کتاب و سُنّت کی روشنی میں پردے کے موضوع پر جو واضح ہدایات ہیں وہ کھل کر سامنے آجائیں گی۔